اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ

القرآن الحديث

مدیر
حافظ زبیر علی زئی

ماھنامہ

الحدیث

حضرو

ربیع الاول ۱۴۲۷ھ اپریل 2006ء

شمارہ نمبر 23

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

مکتبۃ الحدیث

مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک: پاکستان

ن الحدیث

حافظ ندیم ظہیر

اہم صفات کا ذکر اور ان کا عظیم اجر

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّاللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور
چے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد اور صابرہ عورتیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے مرد اور اللہ کے آگے جھکنے والی عورتیں
صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اللہ کو
ثرت یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بہت بڑا
تیار کر رکھا ہے۔ اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دے تو ان
ے اپنے معاملہ میں اختیار باقی رہ جائے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً صریح گمراہی میں جا
ے۔ [الاحزاب:۳۵، ۳۶]

ہ القرآن:

) مذکورہ آیت کے شان نزول میں سیدہ ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں (قرآن مجید میں) ہر چیز کو مردوں کے لئے دیکھتی ہوں اور عورتوں کا کہیں ذکر ہی نہیں۔
یہ آیت نازل ہوئی ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ إلخ﴾ [سنن ترمذی:۳۲۱۱ وسندہ حسن]
مفہوم کی ایک روایت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی ثابت ہے۔
[دیکھئے مسند احمد ۶/۳۰۵ ح ۲۷۱۳۸ والموسوعة الحديثية ۴۴/۲۲۲ وإسناده حسن]
رہے کہ جو احکام مردوں کے لئے ہیں ان میں عورتیں بھی شامل ہیں الا یہ کہ تخصیص کی کوئی واضح دلیل ہو۔

) اسلام اور ایمان میں فرق کہ ہر مومن مسلمان ہے لیکن ہر مسلمان کو مومن نہیں کہہ سکتے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ
ے ﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ ﴾
ریوں نے کہا کہ ''ہم ایمان لے آئے ہیں'' آپ کہئے تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے اور ابھی

ـ ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ (الحجرات:۱۴)

۲) قرآن وحدیث میں جا بجا فرمانبرداری، سچائی، صبر، ذکر، صدقہ اور خشوع وخضوع کی اہمیت وترغیب دی گئی ہے۔
ورہ آیت میں کئی اہم صفات کو یکجا بیان کیا گیا ہے۔

﴿ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((من قام بعشر آيات لم يكتب من
افلين ، ومن قام بمائة آية كتب من القانتين)) جو شخص (رات کی) نماز میں کھڑے ہو کر دس آیات پڑھے گا
رہ غافلین میں سے نہیں لکھا جائے گا اور جو شخص (رات کے) قیام میں سو آیات پڑھے گا تو وہ فرمانبرداروں میں لکھا
ئے گا۔ [سنن ابی داؤد: ۱۳۹۸ واسنادہ حسن]

﴿ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ ﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے
نیکی جنت کی طرف۔ آدمی (ہمیشہ) سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ کے ہاں صادق (سچا) لکھ دیا جاتا ہے'' الخ
ح بخاری: ۶۰۹۴، صحیح مسلم: ۲۶۰۷]

﴿ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن آدمی کا بھی عجیب حال ہے کہ اس
ے ہر حال میں خیر ہی خیر ہے اور یہ بات کسی کو حاصل نہیں سوائے اس مومن آدمی کے، اگر اسے کوئی خوشی پہنچی اور شکر ادا
یا تو بھی ثواب ہے۔ اگر نقصان پہنچا اور صبر کیا تو بھی ثواب ہے [صحیح مسلم: ۲۹۹۹]

﴿ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ ﴾ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ
شِعُوْنَ ﴾ ایماندار لوگ کامیاب ہو گئے جو اپنی نماز میں خشوع کا اظہار کرتے ہیں [المؤمنون: ۱، ۲]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ کہ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ
ا کر دیکھا پھر فرمایا: یہ وہ وقت ہے کہ جس کے بعد لوگوں سے علم چھین لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس میں سے کسی
پر بھی قادر نہ ہوں گے۔ زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ ہم سے کس طرح (علم) چھینا جائے گا حالانکہ
نے قرآن پڑھا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم خود بھی پڑھیں گے اور اپنی عورتوں اور بیٹوں کو بھی پڑھائیں گے۔ نبی ﷺ نے
مایا: زیاد! تجھے تیری ماں گم پائے میں تجھے فقہائے مدینہ سے سمجھتا تھا۔ یہ تورات اور انجیل، یہود ونصاریٰ کے پاس
ے۔ پس انہیں کیا فائدہ پہنچا ہے۔ جبیر فرماتے ہیں میں نے عبادہ بن صامت سے ملاقات کی تو کہا: کیا آپ نے سنا
ے کہ آپ کے بھائی ابو درداء کیا کہتے ہیں؟ میں نے انہیں سیدنا ابو درداء کا قول بتایا تو انہوں نے کہا: ابو درداء نے سچ
ہا ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دوں کہ پہلا علم جو لوگوں سے اٹھایا جائے گا وہ خشوع ہے۔ عنقریب تم جامع مسجد میں
ؤ گے تو تمہیں کوئی شخص بھی خشوع وخضوع والا نظر نہیں آئے گا۔ [سنن ترمذی: ۲۶۵۳ واسنادہ صحیح]

﴿ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (......والصدقة برهان إلخ))

صدقہ (دنیا وآخرت میں) دلیل ہے [صحیح مسلم:۲۲۳]

﴿وَالصّٰٓئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الصیام جنة من النار)) روزہ جہنم کی) آگ (کے سامنے) ڈھال ہے [سنن ابن ماجہ:۱۶۳۹ واسنادہ صحیح]

﴿وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحٰفِظٰتِ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں'' [بخاری:۶۴۷۴]

﴿وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے راستے پر چل رہے تھے۔ آپ ایک پہاڑ پر سے گزرے۔ جسے ''جمدان'' کہا جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا: چلتے رہو یہ ''جمدان'' ہے مفردون آگے بڑھ گئے (صحابہ نے) عرض کیا مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ [صحیح مسلم:۲۶۷۶] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے (ذکر) سے ہلتے رہتے ہیں [سنن ابن ماجہ:۳۷۹۲ وسندہ صحیح]

۲) کتاب وسنت میں وارد احکام وفرائض مرد وعورت دونوں کے لئے یکساں وبرابر ہیں، اسی طرح اعمال اور ان کی جزا بھی، الا یہ کہ کسی حکم وجزا میں (مرد وعورت) دونوں میں سے ایک کی تخصیص کی گئی ہو۔ واللہ اعلم

۳) امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿وَاَجْرًا عَظِیْمًا﴾ سے مراد جنت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر بتحقیق عبدالرزاق المھدی ۱۷۹/۵)

۵) اسلام وایمان کے بعد مذکورہ آٹھ صفات کے حامل کو گناہوں کی بخشش اور دخول جنت کی بشارت ہے۔

۶) دوسری آیت میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے قصے کی طرف اشارہ ہے جو نبی ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے (منہ بولے بیٹے کی حقیقت شمارہ نمبر ۱۲ میں واضح کی جا چکی ہے) لیکن یہ حکم عام ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے۔

۷) اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں کسی اور کی بات کو ترجیح دینا یا لائقِ عمل ٹھہرانا صریحاً گمراہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگ کتاب وسنت کے واضح دلائل کے سامنے ائمۂ کرام، بزرگوں اور علما کو حجت سمجھتے ہیں جیسا کہ محمود الحسن دیوبندی فرماتے ہیں: ''الحق و الإنصاف أن الترجیح للشافعي في هذه المسئلة و نحن مقلدون یجب علینا تقلید إمامنا أبي حنیفة'' إلخ (تقریر ترمذی ص ۳۹) مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام شافعی کا مسلک (بیع خیار کے سلسلے میں) حدیث کے عین مطابق تھا لیکن پھر بھی ''اندھی تقلید'' کی وجہ سے حدیث کے بجائے امام کے قول کو حجت سمجھا گیا۔

۸) جس طرح اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں کسی اور کی بات قابلِ حجت نہیں اسی طرح اپنی عقل، فہم اور من مانی باتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

واء المصابیح — حافظ زبیر علی زئی

اعمالِ صالحہ کی مہلت: موت تک

وعن عثمان ، رضي الله عنه ، قال: إن رجالاً من أصحاب النبي ﷺ حين توفي حزنوا
يه، حتى كاد بعضهم يوسوس، قال عثمان: وكنت منهم، فبينا أنا جالس مر علي عمر ، وسلم
م أشعر به، فاشتكى عمر إلى أبي بكر رضي الله عنهما، ثم أقبلا حتى سلما علي جميعاً، فقال
بكر: ما حملك على أن لا ترد على أخيك عمر سلامه؟ قلت: ما فعلت۔ فقال عمر: بلى،
له لقد فعلت۔ قال: قلت: والله ما شعرت أنك مررت ولا سلمت ۔ قال أبو بكر: صدق
مان ، قد شغلك عن ذلك أمر ۔ فقلت: أجل۔ قال: ما هو؟ قلت: توفى الله تعالى نبيه ﷺ
أن نسأله عن نجاة هذا الأمر۔ قال أبو بكر: قد سألته عن ذلك۔ فقمت إليه وقلت له: بأبي
ت وأمي، أنت أحق بها۔ فقال أبو بكر: قلت يا رسول الله! ما نجاة هذا الأمر؟ فقال رسول الله
ﷺ: من قبل مني الكلمة التي عرضت على عمي فردها؛ فهي له نجاة، رواه أحمد۔

(سیدنا) عثمان (بن عفان) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:
ب نبی ﷺ فوت ہوئے تو آپ کے صحابہ غمگین ہوئے حتی کہ قریب تھا کہ بعض ان میں سے وسوسے کا شکار ہو
تے۔ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں بھی ان میں سے تھا۔ میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس سے عمر (رضی اللہ عنہ) گزرے
سلام کہا، پس مجھے پتا نہ چلا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے (میری) شکایت کی پھر وہ دونوں میرے پاس
ریف لائے اور مجھے سلام کہا۔ پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہیں
؟ میں نے کہا: میں نے تو ایسا کام نہیں کیا۔ عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: ضرور، اللہ کی قسم انہوں نے ایسا ہی کام کیا ہے (یعنی
رے سلام کا جواب نہیں دیا)۔

میں نے کہا: اللہ کی قسم مجھے آپ کے سلام اور آنے جانے کا پتا ہی نہیں چلا۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: عثمان نے
کہا، تجھے اس سے کسی بات نے مشغول کر دیا تھا؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ انہوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ
ے اپنے نبی ﷺ کو وفات دے دی، اس سے پہلے کہ ہم آپ سے اس امر کی نجات کے بارے میں پوچھتے۔
بکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے آپ سے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں کھڑا ہو گیا اور ان سے کہا: میرے ماں
پ آپ پر قربان ہوں، آپ سب سے زیادہ اسی کے مستحق تھے۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ!
ں امر کی نجات کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جو کلام اپنے چچا پر پیش کیا تھا (یعنی لا الہ الا اللہ) جس
ے اسے قبول کرلیا وہ نجات پا جائے گا۔ اسے احمد (۶/۱ ح ۲۰، ۲۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث:

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ''رجل من الأنصار من أهل الفقه'' مجہول ہے۔ میرے علم کے مطابق کسی نے بھی اس کی توثیق نہیں کی۔ کسی کو، زمانۂ تدوین حدیث میں ''من أهل الفقه'' اور ''غیر متهم'' کہنا توثیق نہیں ہوتی۔

مسند احمد (۱/۶) اور مسند ابی یعلیٰ (ح ۱۰) مسند البزار (البحر الزخار ۱/۵۶ ح ۴) التاریخ الکبیر للبخاری (۱/۱۶۹) اور مسند ابی بکر الصدیق (ح ۱۴) میں ''من أهل الفقه'' ہے۔

کشف الأستار (ح ۱) میں ''من أهل العقبة'' اور مجمع الزوائد (۱/۱۴) میں ''من أهل الثقة'' غلطی سے چھپ گیا ہے۔ حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی نے بغیر کسی تحقیق کے ''من أهل العقبة'' والے الفاظ کو صحیح قرار دیا ہے جو کہ مذکورہ حوالوں کی روشنی میں مردود ہے۔

تنبیہ: مرعاۃ المفاتیح (۱/۱۱۳) میں بھی بغیر تحقیق کے ''من أهل الثقة'' لکھ دیا گیا ہے اور پھر اس کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ حق وانصاف یہی ہے کہ یہ الفاظ اس روایت کی سند میں ثابت ہی نہیں ہیں۔ واللہ الموفق

مسند احمد (۱/۷ ح ۳۷) میں بعض حدیث کا مختصر شاہد ہے جس کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے (۱) ابوالحویرث عبدالرحمٰن بن ... راویہ ضعیف ہے (نیل المقصود: ۱۱۰۵) اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے (دیکھئے مجمع الزوائد ۸/...)

(۲) سند منقطع ہے۔ محمد بن جبیر نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا لہٰذا اس سند کو بوصیری وسیوطی کا حسن قرار دینا غلط ہے۔

شاہد دوم: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ذکر کے بغیر، بعض حدیث کا شاہد مسند احمد (۱/۲۸ ح ۱۸۷) میں ہے۔ اس کی سند بھی ... مجالد بن سعید (ضعیف) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

شاہد سوم: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ذکر کے ساتھ، اس سیاق کے بغیر، بعض حدیث کا شاہد مسند احمد (۱/۶۳ ح ۴۴۷) مستدرک الحاکم (۱/۳۵۱) میں ہے لیکن اس شاہد کی سند بھی ضعیف ہے۔ اس سند میں سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ بن دعامہ دونوں مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں لہٰذا اس سند کو 'صحیح علی شرط الشیخین'' کہنا غلط ہے۔

شاہد چہارم: مسند ابی یعلیٰ (ح ۹) والبحر الزخار (ح ۵) ومسند ابی بکر الصدیق للمروزی (ح ۷، ۸) وشعب الایمان للبیہقی (۱/۱۰۷ ح ۹۲) وغیرہ میں الزہری عن سعید بن المسیب عن عثمان عن ابی بکر کی سند سے مروی ہے۔ یہ سند بھی ضعیف ہے۔ زہری مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔ امام بخاری اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''لا يصح فيه سعيد'' اس میں سعید کا لفظ صحیح نہیں ہے (التاریخ الکبیر ۱/۱۶۹)

آپ نے دیکھ لیا کہ اس متن والی یہ روایت اپنے تمام شواہد کے ساتھ ضعیف ومردود ہے۔ تاہم یہ بات بالکل صحیح ثابت ہے کہ نجات کا دارومدار سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار ہے۔ بشرطیکہ آدمی ہر قسم کے شرک وکفر

سے اعلان برأت کرلے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من مات وھو یعلم أنه لا اله إلا الله دخل الجنة '' جو آدمی اس حالت میں مرے کہ وہ (سچے دل سے) جانتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے (اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۶/۱۳۶)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بذاتِ خود سنی تھی، دیکھئے صحیح مسلم (۲۶/۱۳۷)

تنبیہ بلیغ: روایت مذکورہ سے مشابہ قصہ سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جنہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی تھی، دیکھئے مسند احمد (۱/۱۶۱ ح ۱۳۸۶) وعمل الیوم واللیلۃ للنسائی (۱۱۰۰) وسندہ صحیح، وصححہ الحاکم علی شرط الشیخین (۱/۳۵۰، ۳۵۱) ووافقہ الذہبی (!)

شرک وکفر کرنے والا شخص اگر آخری وقت میں یہ کلمہ پڑھ لے اور شرک وکفر سے اعلان برأت کردے تو نجات پالے گا۔ واللہ غفور رحیم

تنبیہ: بعض لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی اس غیر ثابت روایت کی تاویلات وتشریحات بھی کی ہیں لیکن جب روایت ہی ضعیف ہوگئی تو ان تاویلات وتشریحات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وعن المقداد، أنه سمع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لا یبقی علی ظھر الأرض بیت مدر ولا وبر إلا أدخله الله کلمة الإسلام، بعز عزیز وذل ذلیل، إما یعزھم الله فیجعلھم من أھلھا، أو یذلھم فیدینون لھا، قلت: فیکون الدین کله لله. رواہ أحمد

(سیدنا) مقداد (بن الاسود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: (عرب کی) زمین پر (شہروں اور دیہاتوں میں) کوئی گھر یا خیمہ ایسا باقی نہیں رہے گا جس میں کلمۂ اسلام داخل نہ ہو، چاہے وہ عزت سے مانیں یا ذلت سے۔ جو لوگ عزت سے مانیں گے وہ اس کلمے والے (اور غالب) ہوں گے۔ اور جو ذلت سے مانیں گے تو وہ اہلِ کلمہ (مسلمانوں) کی اطاعت کریں گے۔ سارے کا سارا دین اللہ ہی کے لئے ہوگا۔

اسے احمد (۶/۴ ح ۲۴۳۱۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اسے ابن حبان (موارد الظمآن: ۱۶۳۱، ۱۶۳۳، الاحسان: ۶۶۶۳، ۶۶۶۶ دوسرا نسخہ ۶۶۹۹، ۶۷۰۱) نے صحیح حاکم (۴/۴۳۰) اور ذہبی نے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

فقہ الحدیث

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جزیرۃ العرب (عربستان مثلاً حجاز، عراق، شام، یمن وغیرہ) میں دین اسلام

ب ہوجائے گا۔لوگ مسلمان ہوجائیں گے یا پھر جزیہ دے کر زندگی گزاریں گے۔یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری
ئی۔والحمدللہ

اگر اس حدیث میں '' ظھر الأرض '' سے مراد ساری زمین لی جائے تو پھر اس کا وقوع ابھی باقی ہے۔جب
رنا عیسیٰ بن مریم الناصری علیہ السلام آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے تو ان کے دور میں ساری زمین پر اسلام
ب ہوجائے گا اور کفر نیست و نابود ہوجائے گا۔ان شاء اللہ العزیز

**وعن وهب بن منبه، قيل له:أليس لا إله إلا الله مفتاح الجنة؟ قال:بلى، ولكن ليس مفتاح
وله أسنان ، فإن جئت بمفتاح له أسنان فتح لك، وإلا لم يفتح لك۔ رواه البخاري في
جمة باب۔**

وہب بن منبہ (تابعی رحمہ اللہ) سے پوچھا گیا کہ: کیا لا إلہ إلا اللہ جنت کی چابی نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا:
ہاں، ہے لیکن ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں۔اگر تو دندانوں والی چابی لے کر آئے گا تو دروازہ تیرے لئے کھل
ئے گا ورنہ نہیں کھلے گا۔اسے بخاری نے ترجمۃ باب میں (تعلیقاً قبل ح ۱۲۳۷) روایت (یعنی ذکر) کیا ہے۔

**وعن أبي هريرة قال:قال رسول الله ﷺ:إذا أحسن أحد كم إسلامه، فكل حسنة يعملها
تب له بعشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف، وكل سيئة يعملها تكتب بمثلها حتى لقي الله۔ متفق عليه۔**

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھے طریقے
ے اسلام لائے تو ہر نیکی کرنے کے بدلے اس کے لئے دس سے لے کر سات سو گنا تک ثواب لکھا جاتا ہے اور ہر برائی
ے بدلے ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔حتی کہ وہ اس اللہ کے پاس چلا جاتا (یعنی وفات پا جاتا) ہے۔متفق علیہ (البخاری:
و مسلم: ۱۲۹/۲۰۵)

ہ الحدیث

رب کریم اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہر نیکی کے بدلے دس گنا ثواب عطا فرماتا ہے بلکہ
وں کی نیتوں پر بعض نیکوکاروں کو سات سو گنا ثواب بھی بخش دیتا ہے۔

گناہ گار کے نامۂ اعمال میں گناہ کرنے کی وجہ سے صرف ایک ہی گنا لکھا جاتا ہے۔

جنت اور جہنم کے اعمال کا دارومدار موت تک ہے۔موت کے بعد اعمالِ تکلیفیہ منقطع ہوجاتے ہیں۔

اُمتِ اجابت اور تین کام

ل اللہ ﷺ نے فرمایا: '' ثلاث لا يزلن في أمتي حتى تقوم الساعة:النياحة و المفاخرة فى الأنساب
لأنواء '' تین چیزیں میرے امت میں قیامت تک رہیں گی:

حافظ زبیر علی زئی

صحیح بخاری پر منکرینِ حدیث کے حملے اور ان کا جواب

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی رسوله الأمین ، أما بعد :

اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری '' أصح الکتب بعد کتاب الله '' اللہ کی کتاب (قرآن) کے بعد سب کتابوں سے صحیح کتاب ہے۔ اصولِ حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ واضح اور دوٹوک انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر الدمشقی (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

'' ثم حکی أن الأمة تلقت هذین الکتابین بالقبول، سوی أحرف یسیرة ، انتقد ها بعض الحفاظ کالدار قطني وغیره،ثم استنبط من ذلك القطع بصحة ما فیها من الأحادیث ، لأن الأمة معصومة عن الخطأ، فما ظنت صحته وجب علیها العمل به، لا بُدّ وأن یکون صحیحاً فی نفس الأمر ، وهذاجید ''

پھر (ابن الصلاح نے) بیان کیا کہ بے شک (ساری) امت نے ان دو کتابوں (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کو قبول کر لیا ہے سوائے تھوڑے حروف کے جن پر بعض حفاظ مثلاً دار قطنی وغیرہ نے تنقید کی ہے۔ پھر اس سے (ابن الصلاح نے) استنباط کیا کہ ان دونوں کتابوں کی احادیث قطعی الصحت ہیں کیونکہ امت (جب اجماع کر لے تو) خطا سے معصوم ہے۔ جسے امت نے (بالاجماع) صحیح سمجھا تو اس پر عمل (اور ایمان) واجب ہے اور ضروری ہے کہ وہ حقیقت میں بھی صحیح ہی ہو۔ اور (ابن الصلاح کی) یہ بات اچھی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ۱/۱۲۴، ۱۲۵)

اصولِ فقہ کے ماہر حافظ ثناء اللہ الزاہدی نے ایک رسالہ '' أحادیث الصحیحین بین الظن والیقین '' لکھا ہے جس میں ابو اسحاق السفرائنی (متوفی ۴۱۸ھ) امام الحرمین الجوینی (متوفی ۴۷۸ھ) ابن القیسرانی (متوفی ۵۰۷ھ) ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ھ) اور ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) وغیرہم سے صحیحین کا صحیح و قطعی الثبوت ہونا ثابت کیا ہے۔ اس مسئلے پر تفصیلی بحث سے پہلے امام بخاری رحمہ اللہ کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

① امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

'' ولم أر أحداً بالعراق ولا بخراسان في معنی العلل والتاریخ ومعرفة الأسانید کبیر أحد أعلم من محمد بن إسماعیل رحمه الله '' میں نے علل، تاریخ اور معرفت اسانید میں محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ (بخاری) سے بڑا کوئی عالم نہ عراق میں دیکھا اور نہ خراسان میں (کتاب العلل للترمذی ص ۳۲)

امام بخاری کے شاگرد امام مسلم رحمہ اللہ نے آپ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا:

''لا یبغضك إلا حاسد و أشهد أن لیس فی الدنیا مثلك'' آپ سے صرف حسد کرنے والا شخص ہی
ں کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں ہے (الارشاد للخلیلی ۳/۹۶۱ وسندہ صحیح)

امام الائمہ شیخ الاسلام محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) نے فرمایا:

''ما رأیت تحت أدیم السماء أعلم بالحدیث من محمد بن إسماعیل البخاري'' میں نے آسمان
ے نیچے، محمد بن اسماعیل البخاری سے زیادہ بڑا حدیث کا عالم نہیں دیکھا (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۷۴ ح ۱۵۵
ندہ صحیح)

صحیح ابن حبان کے مؤلف حافظ ابن حبان رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) نے لکھا:

''و کان من خیار الناس ممن جمع و صنف و رحل و حفظ و ذاکر و حث علیه و کثرت عنایته
أخبار و حفظه للآثار مع علمه بالتاریخ و معرفة أیام الناس و لزوم الورع الخفي و العبادة الدائمة
ٰ أن مات رحمه الله'' آپ لوگوں میں بہترین انسان تھے، آپ نے (احادیث) جمع کیں، کتابیں لکھیں، سفر کیا
(احادیث) یاد کیں۔ آپ نے مذاکرہ کیا، اس کی ترغیب دی اور اخبار و آثار یاد کرنے میں بہت زیادہ توجہ دی۔ آپ
ریخ اور لوگوں کے حالات کو خوب جانتے تھے۔ آپ اپنی وفات تک خفیہ پرہیز گاری اور عبادت دائمہ پر قائم رہے،
ہ اللہ (کتاب الثقات ۹/۱۱۳، ۱۱۴)

صحیح بخاری کا تعارف

اب صحیح بخاری کا تعارف پیش خدمت ہے:

مشہور کتاب سنن النسائی کے مؤلف امام ابو عبدالرحمٰن النسائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ) نے فرمایا: ''فما في
ہ الكتب كلها أجود من كتاب محمد بن إسماعیل البخاري'' ان تمام کتابوں میں محمد بن اسماعیل
اری کی کتاب سے زیادہ بہتر کوئی کتاب نہیں ہے (تاریخ بغداد ۲/۹ وسندہ صحیح)

''الإبانۃ الکبریٰ'' کے مصنف، امام حافظ، شیخ السنۃ ابو نصر السجزی الوائلی (حنفی) رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۴ھ) سے
ول ہے کہ:

''أجمع أهل العلم ـ الفقهاء وغیرهم ـ أن رجلاً لو حلف بالطلاق أن جمیع ما في كتاب
خاري مما روی عن النبي ﷺ قد صح عنه و رسول الله ﷺ قاله، لا شك فیه أنه لا یحنث،
مرأة بحالها في حبالته'' اہل علم ـ فقہاء وغیرہم کا اجماع ہے کہ اگر کوئی آدمی طلاق کی قسم اٹھائے کہ صحیح بخاری
ں نبی ﷺ سے جو مروی ہے یقیناً صحیح ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی قسم
ں ٹوٹتی اور اس کی عورت اس کے نکاح میں باقی رہتی ہے۔

علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۳۸، ۳۹ دوسرا نسخہ ص ۹۴، ۹۵، النکت للزرکشی ص ۸۰، التقیید والایضاح للعراقی ص ۳۸، الشذی الفیاح لبرھان الدین الأبناسی، ورقہ: ۹ بحوالہ أحادیث الصحیحین بین الظن والیقین ص ۲۸)

اس قول کی وائلی تک مجھے سند نہیں ملی لیکن ایسا ہی قول امام الحرمین ابو المعالی سے مروی ہے، دیکھئے النکت للزرکشی ص ۸۰، ۸۱، شرح صحیح مسلم للنووی، درسی نسخہ ج اص ۱۴ دوسرا نسخہ ۱/۱۹، ۲۰) النکت علی ابن الصلاح لابن حجر (۱/۲۷۲ قال: مقالته المشهورة)

امام الحرمین والا قول بھی باسند صحیح معلوم نہیں۔ ابن دحیہ والی روایت قوی متابعت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ تاہم یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے کہ ایسی قسم اٹھانے والے شخص کی بیوی پر طلاق نہیں پڑتی۔

۴) شاہ ولی اللہ الدہلوی (حنفی) فرماتے ہیں کہ:

" أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون علىٰ أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع و أنهما متواتران إلىٰ مصنفيهما وأنه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين "

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' (حجۃ اللہ البالغہ عربی ۱/۱۳۴، اردو ۱/۲۴۲ ترجمہ: عبدالحق حقانی)

برصغیر (پاکستان اور ہندوستان) کے دیوبندیوں، بریلویوں اور حنفیوں کے نزدیک شاہ ولی اللہ الدہلوی کا بہت بڑا مقام ہے، لہذا شاہ ولی اللہ کا قول ان کے لئے کافی ہے تاہم مزید تحقیق و اتمام حجت کے لئے آلِ دیوبند اور آلِ بریلی کی صحیح بخاری کے بارے میں تحقیقات پیش خدمت ہیں۔

بریلویوں کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام

۱) سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ نے صحیحین کے راوی محمد بن فضیل بن غزوان پر جرح کی (معیار الحق ص ۳۹۶) احمد رضا خان بریلوی صاحب نے رد کرتے ہوئے لکھا:

"قول اولاً: یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، طبع قدیم ۲/۲۴۴ طبع جدیدہ ۵/۱۷۴)

معلوم ہوا کہ احمد رضا خان صاحب کے نزدیک صحیحین کے راویوں پر جرح کرنا بے شرمی کا کام ہے۔

تنبیہ: محمد بن فضیل ثقہ وصدوق راوی ہے اس پر جرح مردود ہے والحمد للہ

احمد رضا خان صاحب ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

ازاں جملہ اجل واعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ...... '' (احکام شریعت حصہ اول ص ۶۲)

عبدالسمیع رامپوری صاحب لکھتے ہیں کہ: '' اور یہ محدثین میں قاعدہ ٹھہر چکا ہے کہ صحیحین کی حدیث نسائی وغیرہ کل محدثوں کی احادیث پر مقدم ہے کیونکہ اوروں کی حدیث اگر صحیح بھی ہوگی تو صحیحین اس سے صحیح اور قوی تر ہوگی''

(انوار ساطعہ ص ۴۱)

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''تمام محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری تمام کتب سے اصح کتاب ہے''

(تفہیم البخاری شرح صحیح البخاری ۱/۵) نیز دیکھئے تذکرۃ المحدثین للسعیدی (ص ۳۲۴)

محمد حنیف رضوی بریلوی نے صحیح بخاری کو ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' قرار دیا۔

(دیکھئے جامع الحدیث ۱/۳۲۳ و مقالات کاظمی ۱/۲۴۷)

مزید دیکھئے یہی مضمون، باب: حنفیوں کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام

تنبیہ: عینی حنفی، زیلعی حنفی، ابن الترکمانی حنفی اور ملا علی قاری وغیرہم کو بریلوی حضرات اپنا اکابر مانتے ہیں لہذا ان کے اقوال بریلویوں پر حجت قاطعہ ہیں۔

محمد کرم شاہ بھیروی بریلوی فرماتے ہیں کہ: '' جمہور علمائے امت نے گہری فکر و نظر اور بے لاگ نقد و تبصرہ کے بعد اس کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا ہے۔'' (سنت خیر الانام ص ۵۷ طبع ۲۰۰۱ء)

دیوبندیوں کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام

رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ: '' مگر کتاب بخاری اصح الکتب میں جو چودہ روز مذکور ہیں وہ سب سے راجح ہے''

(اوثق العریٰ فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ ص ۱۸، تالیفات رشیدیہ ص ۳۳۷)

مزید دیکھئے اوثق العریٰ (ص ۲۹) و تالیفات رشیدیہ (ص ۳۴۳)

مدرسہ دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب نے ایک آدمی راؤ عبدالرحمٰن صاحب سے فرمایا:

''بھائی میں تمہارے لئے کیا دعا کروں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دونوں جہان کے بادشاہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بخاری پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔'' (حکایات اولیاء ص ۲۷۲ حکایت: ۲۵۴)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک راؤ صاحب، سیدنا رسول اللہ ﷺ کے سامنے صحیح بخاری پڑھتے تھے۔ اگر بخاری میں کوئی ضعیف حدیث ہوتی تو آپ ﷺ انہیں یا نانوتوی صاحب کو ضرور بتا دیتے۔!

انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں کہ: '' والشعراني رحمه الله تعالیٰ أیضاً کتب أنه رآه ﷺ وقرأ علیه البخاري فی ثمانیة رفقة معه ثم سما هم و کان واحد منهم حنفیاً و کتب الدعاء الذي قرأه عند ختمه ، فالرؤیا یقظة متحققة و انکارها جهل ''

مفہوم: اور شعرانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو دیکھا اور آٹھ آدمیوں کے ساتھ جن میں ایک حنفی تھا، آپ کو صحیح بخاری پڑھ کو سنائی، اور جو دعا اس کے ختم کے وقت پڑھی تھی لکھ دی۔ پس (یہ) رؤیت بیداری کی ثابت ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔ (فیض الباری ۱/۲۰۴)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے ''عظیم محدث'' کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے بیداری میں (دنیا میں آکر) آٹھ آدمیوں کو صحیح بخاری پڑھائی، اِن آٹھ آدمیوں میں شعرانی بدعتی صوفی بھی تھا۔ اگر اس میں کوئی ضعیف حدیث ہوتی تو آپ ﷺ ضرور بیان فرما دیتے۔!

۴) قاری محمد طیب دیوبندی، مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ: ''دوسری طرف شارحِ بخاری جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے'' (مقدمہ فضل الباری ۱/۲۶)

اسی کتاب کے مقدمے میں قاری طیب صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اس لئے حدیث صحیح لذاتہٖ کا انکار درحقیقت قرآن کی سینکڑوں آیتوں کا انکار ہے۔ اس لئے کسی منکر حدیث کے لئے جو اتباعِ قرآن کا نام نہاد مدعی ہے کم از کم اس روایت سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی جس کا نام صحیح لذاتہٖ ہے۔'' (مقدمہ فضل الباری ۱/۱۰۳)

قاری محمد طیب صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

صحت بخاری: تو امام بخاریؒ روایت کرنے میں یکتا ہیں کہ صحیح بخاری کے اندر جو حدیثیں ہیں وہ ان کی شرائط پر منطبق ہیں وہ نہایت ہی اونچی حدیثیں ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحیح کسی اور کتاب میں نہیں ہے مسلم میں بھی صحیح حدیثیں ہیں ترمذی میں بھی صحیح حدیثیں ہیں۔ نسائی میں بھی صحیح حدیثیں ہیں۔ اور کتابوں میں بھی ہیں مگر جن شرائط اور جن طریقے سے امام بخاریؒ قبول کرتے ہیں ان سب سے نیچے نیچے ہیں۔ ان کی نہایت پکی شرطیں ہوتی ہیں۔ وہ ان میں کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ تو امام بخاری رحمہ اللہ نے ایسی شرطیں راویت میں لگائی ہیں کہ وہ اور صحیحوں سے بڑھ کر روایت میں صحیح ہیں جن کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کر دیا...... اسی لئے امت کا اس پر اجماع ہے۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہ اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری ہے۔ کتاب اللہ کے بعد اس کا درجہ رکھا گیا۔ اول تو طبعاً بھی بعد میں اس کا مرتبہ ہونا چاہیئے اس لئے کہ کتاب اللہ اُسے میں تو اللہ کا علم ہے۔ کتاب اللہ کہتے ہیں جس میں حق تعالیٰ کا حکم ہو، اور یہ صحیح بخاری درحقیقت کتاب الرسولؐ ہے۔ ظاہر بات ہے کہ رسول کا درجہ تو اللہ کے بعد ہی ہے اس لئے رسول کی کتاب کا درجہ بھی اللہ کی کتاب کے بعد ہوا۔ تو اعلیٰ ترین صحت کتاب اللہ کی ہے کہ اس عالم میں کسی آسمانی کتاب کو وہ صحت نصیب نہیں ہوئی جو کتاب مبین کو ہوئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ کلام درحقیقت صرف یہی ہے۔'' (خطبات حکیم الاسلام ۵/۲۳۲، ۲۳۳)

تنبیہ: نبی کریم ﷺ کے نامِ مبارک کے ساتھ پورا درود (ﷺ) لکھنا چاہیئے۔ صرف ''ص'' وغیرہ لکھ دینا غلط ہے دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح (ص ۲۰۹ دوسرا نسخہ ص ۲۹۹، ۳۰۰)

مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

''حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری''

(مودودی صاحب اور تخریب اسلام ص ۱۹، احسن الفتاویٰ ۱/۳۱۵)

محمد عاشق الٰہی میرٹھی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سب سے مقدم بخاری ہے بلکہ تقریباً سارے ہی مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔۔۔''

(سوانح عمری، محمد زکریا صاحب ص ۳۴۹، ۳۵۰)

مولوی عبدالقدیر دیوبندی صاحب (مومن پور، حضرو، ضلع اٹک والے) حافظ ابن حجر کا ضابطہ بطورِ استدلال لکھتے ہیں کہ: ''یعنی صحیحین کی روایت کو غیر پر ترجیح ہوگی۔'' (تدقیق الکلام ۱/۲۳۲)

محمد عبدالقوی پیر قادری لکھتے ہیں کہ:

''علمائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ احادیث کی جملہ کتابوں میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح ترین ہیں۔۔۔''

(مفتاح النجاح مع حل سوالات جلد اول ص ۳۵)

دیوبندی مناظر ماسٹر محمد امین اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''۔۔۔۔۔مگر اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری اصح البخاری اور صحاح ستہ کے اجماع کے انکار کو کفر سمجھتے ہیں۔''

(فرقہ غیر مقلدین کی ظاہری علامات ص ۴ فقرہ: ۱۶، مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۲۶۲ طبعہ ۱۹۹۴ء)

عبدالقیوم حقانی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''چنانچہ روئے زمین پر اصح الکتب بعد کتاب اللہ ھوا لصحیح البخاری کے باب۔۔۔''

(دفاعِ امام ابوحنیفہ ص ۲۸۷ پسند فرمودہ عبدالحق حقانی و سمیع الحق حقانی)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے کہا: ''اہلِ فن اسے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ قرار دیتے ہیں'' (آثار الحدیث جلد دوم ص ۱۶۳)

اس قسم کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً دیکھئے تفہیم البخاری (۱/۲۷، از عدنان احمد مکتبہ مدنیہ/ شائع کردہ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور) وصحبتے با اہل حق (ص ۳۰۴ عبدالقیوم حقانی) ومقدمۃ انوار الباری (۲/۵۲) و درس ترمذی (محمد تقی عثمانی ۱/۶۸) انعام الباری (محمد تقی عثمانی ۱/۹۹) علوم الحدیث (محمد عبیداللہ الاسعدی ص ۹۴) ارشاد اصول حدیث (مفتی محمد ارشاد قاسمی ص ۵۹ بحوالہ ظفر الامانی ص ۱۳۶) آسان اصول حدیث (خالد سیف اللہ رحمانی ص ۳۸) خیر الاصول فی حدیث الرسول (خیر محمد جالندھری ص ۶، ۷، آثار خیر ص ۱۲۳، ۱۲۴) کشف الباری (۱/۱۸۵، از افادات: سلیم اللہ خان دیوبندی)

صاحب عبدالحق حقانی دہلوی (صاحب تفسیر حقانی) فرماتے ہیں کہ:

''اسی لئے حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری سب سے قوی اور معتبر ہے اس کے بعد صحیح مسلم۔''

(عقائد الاسلام ص ۱۰۰ اپسند فرمودہ محمد قاسم نانوتوی، دیکھئے ص ۲۶۴)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

''امام مسلم (المتوفی ۲۶۱ھ) صحیح مسلم شریف کے مؤلف ہیں جو بخاری شریف کے بعد تمام حدیث کی کتابوں میں صحت کے درجہ پر صحیح تسلیم کی جاتی ہے۔ اور امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔ کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روائتیں صحیح ہیں۔''

(حاشیہ احسن الکلام ۱/۱۸۷ دوسرا نسخہ ۱/۲۳۴)

حنفیوں کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام

۱) عینی حنفی نے کہا: ''اتفق علماء الشرق و الغرب علی أنه لیس بعد کتاب الله تعالیٰ أصح من صحیحي البخاري و مسلم ...'' مشرق ومغرب کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد بخاری و مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے (عمدۃ القاری ۱/۵)

۲) ملا علی قاری نے کہا: ''ثم اتفقت العلماء علی تلقی الصحیحین بالقبول و إنهما أصح الکتب المؤلفة.... '' پھر (تمام) علماء کا اتفاق ہے کہ صحیحین (صحیح بخاری و مسلم) کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور یہ دونوں کتابیں تمام کتابوں میں صحیح ترین ہیں (مرقاۃ المفاتیح ۱/۵۸)

۳) زیلعی حنفی نے کہا: '' وأعلی درجة الصحیح عندالحفاظ ما اتفق علیه الشیخان '' اور حفاظ حدیث کے نزدیک سب سے اعلیٰ درجے کی صحیح حدیث وہ ہے جس کی روایت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو (نصب الرایۃ ۱/۴۲۱)

۴) شاہ ولی اللہ الدہلوی کا قول ''صحیح بخاری کا تعارف'' کے تحت گزر چکا ہے۔

۵) قاضی محمد عبدالرحمٰن عیدالحلاوی الحنفی نے کہا: ''ومن هذا القسم أحادیث صحیح البخاری و مسلم فإن الأمة تلقت ما فیهما بالقبول '' اور اسی قسم سے بخاری و مسلم کی حدیثیں ہیں کیونکہ بے شک امت نے (تلقی بالقبول کر کے) انہیں قبول کر لیا ہے (تسہیل الوصول الی علم الوصول ص ۱۴۵ حکم خبر الواحد و وجوب العمل بہ)

نیز دیکھئے قفو الأثر فی صفو علوم الأثر لمحمد بن إبراهیم الحلبي الحنفي (ص ۵۱-۵۷)

بلغة الغریب فی مصطلح آثار الحبیب لمحمد مرتضی الحسیني الزبیدي (ص ۱۸۹[۳])

الأجوبة الفاضلة للکهنوی (ص ۱۹، مجموعہ رسائل لکھنوی ۴/۴۱۱)

۶) احمد علی سہارنپوری ماتریدی (متوفی ۱۲۹۷ھ) نے فرمایا:

''واتفق العلمآء علی ان اصح الکتب المصنفة صحیحا البخاري ومسلم واتفق الجمهور علی ان صحیح البخاري اصحهما صحیحاً واکثرهما فوائد '' اور علماء کا اتفاق (اجماع) ہے کہ (کتاب اللہ کے بعد) لکھی ہوئی کتابوں میں سب سے صحیح بخاری و مسلم ہیں اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح مسلم سے صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے اور اس میں فوائد بھی زیادہ ہیں (مقدمہ صحیح البخاری، درسی نسخہ ۱/۴)

اس قسم کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔ مختصر یہ کہ بریلویوں، دیوبندیوں اور حنفیوں کے نزدیک صحیح بخاری صحیح اور
اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ والحمد لله علی ذلك

صحیح بخاری پر منکرین حدیث کے حملے

دور قدیم اور دور جدید میں منکرین حدیث جن زاویوں سے صحیح بخاری پر حملے کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں ان کا
مختصر تعارف مع رد درج ذیل ہے:

☆ بعض الناس صحیح بخاری کی ایک یا چند احادیث لے کر کہتے ہیں کہ ''یہ قرآن کے خلاف ہے''
عرض ہے کہ خلاف ہونے کی دو قسمیں ہیں:
اول: ایک دلیل دوسری دلیل کے من کل الوجوہ (ہر لحاظ سے) خلاف ہو، تطبیق اور توفیق ممکن ہی نہ ہو مثلاً (۱) ایک
شخص کہتا ہے ''کتا حلال ہے''! (۲) دوسرا کہتا ہے ''کتا حرام ہے''
دونوں اقوال ایک دوسرے کے سراسر مخالف ہیں۔ اس قسم کی مخالفت والی کوئی ایک حدیث بھی صحیح بخاری میں موجود
نہیں جس سے قرآن مجید کا صریح خلاف وارد ہوتا ہو۔ بلکہ دنیا کی کسی کتاب میں ایسی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے جو
ہر لحاظ سے قرآن کے صریح مخالف ہو۔
ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ: '' لاأعرف أنه روي عن النبي ﷺ حديثان _بإسنادين صحيحين _متضادين،
فمن كان عنده فليأتني لأؤلف بينهماإن شا الله '' مجھے نبی ﷺ کی ایسی دو صحیح السند حدیثیں معلوم نہیں ہیں
جو باہم متعارض ہوں (یا قرآن کے خلاف ہوں) جس شخص کے پاس ایسی کوئی بات ہے تو وہ میرے پاس لے آئے
میں ان کے درمیان تطبیق وتوفیق دے کر سمجھا دوں گا ان شاء اللہ۔
تنبیہ: اس قسم کا ایک قول شیخ الاسلام محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) سے مروی ہے لیکن مجھے اس کی
کوئی صحیح سند نہیں ملی، لہذا ہم اس بات کو امام ابن خزیمہ سے منسوب نہیں کرتے۔
دوم: حدیث صحیح کا متن صراحت کے ساتھ قرآن یا احادیث صحیحہ کے خلاف نہیں ہوتا۔ ناسخ منسوخ، تطبیق اور توفیق
ممکن ہوتی ہے لیکن بعض الناس اپنے اپنے مزاعم مخصوصہ کی بنا پر اس حدیث کو قرآن یا احادیث صحیحہ کے خلاف کہہ دیتے
ہیں۔ ان کا یہ اعتراض سرے سے مردود ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ تم پر مردار
حرام کیا گیا (المآئدۃ:۳)
جبکہ ارشاد نبوی ہے کہ: '' الحل ميتته '' سمندر کا مردار حلال ہے۔
(موطا امام مالک ۲۲/۱ ح ۴۰ وسندہ صحیح، ورواہ أبوداود: ۸۳ والنسائی: ۵۹ وابن ماجہ: ۳۸۶ والترمذی: ۶۹ وقال: '' هذا
حديث حسن صحيح '' وصححہ ابن خزیمۃ: ۱۱۱ وابن حبان الموارد: ۱۱۹)
اگر کوئی شخص قرآنی آیت سے استدلال کرتے ہوئے مردہ مچھلی (مردارِ سمندر) کو حرام قرار دے تو یہ اس شخص کی

وقت ہی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل سے استدلال غلط ہوتا ہے۔

تنبیہ: بعض منکرینِ حدیث نے (۱) تخلیق آدم وحوا (۲) فرضیت اطاعت والدین وغیرہ اسلامی عقائد کو قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دیا ہے (!) دیکھئے پرویز کی کتاب ''عالمگیر افسانے'' (ص ۳، ۱۷)

تمام مسلمانوں (اور دیگر مذاہب) کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا علیہما السلام کو پیدا فرما کر ان دونوں کی نسل سے تمام انسان روئے زمین پر پھیلا دیئے۔ اس اجماعی عقیدے کا انکار کرتے ہوئے پرویز لکھتا ہے کہ: ''سب سے پہلے نہ کوئی ایک فرد مٹی سے بنایا گیا تھا، نہ اس کی پسلی سے عورت نکالی گئی تھی.... اور پانی کے امتزاج (یعنی قرآن کے الفاظ میں، طینِ لازب) سے زندگی کا اولین جرثومہ (LIFE-CELL) ظہور میں آیا جو جوشِ نمو سے دو حصوں میں بٹ گیا'' (عالم گیر افسانے ص ۵)

اس عبارت میں پرویز نے انسانوں کی ابتدا آدم علیہ السلام کے بجائے ایک جرثومے کو قرار دیا ہے جو کہ بعینہ ڈارون (کافر) کی تھیوری ہے، اس کفریہ عقیدے سے تمام مسلمان بری ہیں۔

☆ بعض لوگوں نے میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب اور تہذیب الکمال وغیرہ کتب اسماء الرجال میں صحیحین کے بعض مرکزی راویوں پر بعض جرحیں نقل کر کے ان کی روایات رد کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ حرکت حبیب الرحمٰن کاندھلوی، تمنا عمادی، شبیر احمد ازہر میرٹھی اور محمد ہادی تورڈھیروی وغیرہ منکرین حدیث نے کی ہے۔ صحیحین کی اصولی روایتوں پر اسماء الرجال کی کتابوں میں یہ جرحیں دیکھ کر ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہ تمام جروح درج ذیل دو باتوں پر مشتمل ہیں:

(۱) بعض جرحیں اصل جارحین سے ثابت ہی نہیں ہیں مثلاً صحیحین کے بنیادی راوی ابن جریج کے بارے میں بعض لوگوں نے تذکرۃ الحفاظ للذہبی (۱/۱۷۰، ۱۷۱ ت ۱۶۴) وغیرہ کے ذریعے لکھا ہے کہ ابن جریج نے نوے (۹۰) عورتوں سے متعہ کیا تھا۔ دیکھئے حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی حیاتی کی کتاب ''نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح'' (مقدمہ ص ۱۸ بترقیمی)

تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہوا ہے کہ: '' وقال جریر: کان ابن جریج یری المتعۃ تزوج ستین امرأۃ.. قال ابن عبدالحکم: سمعت الشافعي یقول: استمتع ابن جریج بتسعین امرأۃ حتی أنہ کان یحتقن في اللیلۃ بأوقیۃ شیرج طلباً للجماع '' (۱/۱۷۰، ۱۷۱)

عرض ہے کہ یہ دونوں اقوال بے سند ہونے کی وجہ سے باطل ہیں۔ جریر اور ابن عبدالحکم کی وفات کے صدیوں بعد حافظ ذہبی پیدا ہوئے لہذا انہیں کس ذریعے سے یہ اقوال ملے ہیں؟ نامعلوم ہے۔ اسی طرح مؤمل بن اسماعیل پر امام بخاری سے منسوب جرح (منکر الحدیث) امام بخاری رحمہ اللہ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

(۲) بعض جرحیں اصل جارحین سے ثابت ہوتی ہیں لیکن جمہور کی توثیق یا تعدیل صریح کے مقابلے میں جرح غیر صریح ہونے کی وجہ سے مردود ہوتی ہیں مثلاً امام زہری، عبدالرزاق بن ہمام، بقیہ بن الولید، عبدالحمید بن جعفر، عکرمہ

الی ابن عباس اور محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہم پر تمام جرحیں جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔
تنبیہ: امام زہری کا ذکر بطور فرضیت کیا گیا ہے ورنہ وہ تو بالاجماع ثقہ ہیں والحمدللہ۔ جب کسی راوی پر جرح وتعدیل
میں محدثین کا اختلاف ہوتو جارحین مع جرح اور معدلین مع تعدیل جمع کر کے دیکھیں پھر اس حالت میں جس طرف
جمہور ہیں وہی حق اور صواب ہے۔
عماد ی، کاندھلوی اور شبیر احمد میرٹھی وغیرہ تمام لوگوں کی صحیحین کے بنیادی واصولی راویوں پر جرحیں جمہور واجماع
کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہیں۔
☆۔ بعض لوگ تدلیس یا اختلاط کی وجہ سے بھی جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ثقہ مدلس کی روایت تصریح
سماع یا معتبر متابعت وصحیح شاہد کے بعد صحیح وحجت ہوتی ہے اور مختلط کی اختلاط سے پہلے والی روایت بھی بالکل صحیح ہوتی ہے۔
تنبیہ: صحیحین میں تمام مدلسین کی روایات تصریح سماع، معتبر متابعات اور صحیح شواہد پر مبنی ہیں۔ تفصیلی حوالوں کے لئے
اصول حدیث کی کتابیں دیکھئے نیز دیکھئے شرح صحیح مسلم للنووی (۱۸/۱ درسی نسخہ)
سرفراز خان صفدر دیوبندی حیاتی صاحب فرماتے ہیں کہ:
''مدلس راوی عــــن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں اِلّا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر
یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں۔ وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔ (مقدمۂ نووی ص ۱۸، فتح المغیث
ص ۷۷ وتدریب الراوی ص ۱۴۴)'' (خزائن السنن ۱/۱)
بعض جاہل لوگ ادراج اور مدرج کی جرح کر کے بعض ثقہ راویوں کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس جرح کی
اس میدان میں کوئی حیثیت نہیں ہے، صرف مدرج کو غیر مدرج سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور بس!

ہشام بن عروہ پر بعض الناس کی جرح اور اس کا جواب

ہشام بن عروہ المدنی رحمہ اللہ کے بارے میں ابوحاتم الرازی (متوفی ۲۷۷ھ) نے کہا: ''**ثقة إمام في الحديث**'' (الجرح والتعدیل ۶۴/۹ وسندہ صحیح) احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی (متوفی ۲۶۱ھ) نے کہا: ''**وكان ثقة...**'' (تاریخ الثقات: ۱۷۴۰ وفی المطبوع بعدہ عبارۃ مشوشۃ، تاریخ بغداد ۴۱/۱۴ وسندہ صحیح)
ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) نے کہا: ''**وكان ثقة ثبتاً كثير الحديث حجةً**'' (الطبقات ۳۲۱/۷)
یعقوب بن شیبہ (متوفی ۲۶۲ھ) نے کہا: ''**وهشام بن عروة ثبت حجة ..** '' (تاریخ بغداد ۴۰/۱۴ وسندہ صحیح،
وكلامه بعده يشير إلى تدليسه، والله أعلم)
یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک ہشام بن عروہ (**عن عروة**) محبوب (پسندیدہ) ہیں
یا زہری؟ تو انھوں نے فرمایا: دونوں، اور کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دی (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۷۵۰ وسندہ صحیح)
دارقطنی نے کہا: ''**وهشام وإن كان ثقة فإن الزهري أحفظ منه، والله أعلم** '' (سنن الدارقطنی ۲۴۰/۴

۷/۴۵۳) محمد بن حبان البستی (متوفی ۳۵۴ھ) نے انہیں ثقہ راویوں میں شامل کر کے فرمایا: ''وکان حافظاً متقناً ورعاً (فاضلاً)'' (الثقات ۵/۵۰۲) محدث ابن شاہین (متوفی ۳۸۵ھ) نے ہشام بن عروہ کو کتاب الثقات میں ذکر کیا (۱۵۲۶) بخاری و مسلم نے اصول میں روایت لے کر اسے ثقہ و صحیح الحدیث قرار دیا۔

اس تمام توثیق کے مقابلے میں ابوالحسن بن القطان الفاسی (متوفی ۶۲۸ھ) نے کہا: ''وهشام بن عروة منهم'' اور ہشام بن عروہ ان (مختلطین) میں سے ہے (بیان الوھم والإیھام الواقعین فی کتاب الأحکام ۵/۵۰۴ ح ۲۷۲۶) حافظ ذہبی نے ''ولا عبرة'' کہہ کر اس قول کو غیر معتبر قرار دیا (دیکھئے میزان الاعتدال ۴/۳۰۱) اور فرمایا: ''ولم يختلط أبداً'' اور ہشام کو کبھی اختلاط نہیں ہوا (ایضاً ص ۳۰۱) حافظ ذہبی نے مزید کہا: ''وهشام فلم يختلط قط، هذا أمر مقطوع به'' اور ہشام کو کبھی اختلاط نہیں ہوا، یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے (سیر اعلام النبلاء ۶/۳۶) اور کہا: ''فقول ابن القطان: إنه اختلط قول مردود مرذول'' (ایضاً ص ۳۶) حافظ ابن حجر نے کہا: ''ولم نر له في ذلك سلفاً'' اور ہم نے اس قول میں اس (ابن القطان الفاسی) کا کوئی سلف نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب ۱۱/۵۱)

معلوم ہوا کہ ہشام بن عروہ پر اختلاط کا الزام مردود و باطل ہے۔

فائدہ: بذاتِ خود ابن القطان الفاسی نے ہشام بن عروہ اور عثمان بن عروہ کے بارے میں کہا:

''وهشام وعثمان ثقتان'' یعنی ہشام اور عثمان دونوں ثقہ ہیں (بیان الوھم والإیھام ۵/۴۲۹ ح ۲۶۰۴)

تنبیہ: ہشام بن عروہ نے ایک روایت بیان کی ہے جس میں آیا ہے کہ ایک یہودی نے نبی کریم ﷺ پر جادو کیا تھا جس کا آپ پر دنیاوی امور میں، دیگر بیماریوں کی طرح عارضی اثر ہوا مثلاً بعض اوقات آپ یہ بھول جاتے کہ آپ اپنی فلاں زوجہ محترمہ کے پاس تشریف لے گئے یا نہیں) اس روایت صحیحہ پر نیش زنی کرتے ہوئے حبیب الرحمٰن کاندھلوی ولد اشفاق الرحمٰن کاندھلوی لکھتا ہے کہ:

''۔ یہ روایت ہشام کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔ اور ہشام کا ۱۳۲ھ میں دماغ جواب دے گیا تھا۔ بلکہ حافظ عقیلی تو لکھتے ہیں۔ قد خرف في آخر عمره - آخر عمر میں سٹھیا گئے تھے۔ تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ روایت سٹھیانے سے پہلے کی ہے۔

۔ ہشام کے مشہور شاگردوں میں سے امام مالک یہ روایت نقل نہیں کرتے۔ بلکہ کوئی بھی اہل مدینہ یہ روایت نقل نہیں کرتا۔ ہشام سے جتنے بھی راوی ہیں سب عراقی ہیں اور اتفاق سے عراق پہنچنے کے چند روز بعد ہشام کا دماغ سٹھیا گیا تھا۔'' (مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت ۲/۹۱)

عرض ہے کہ اختلاط اور سٹھیانے والی بات تو باطل و مردود ہے جیسا کہ حافظ ذہبی کے قول سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ عقیلی کا قول مجھے کتاب الضعفاء وغیرہ میں نہیں ملا۔ محدث ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''موصوف نے امام عقیلی کے قول کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال وغیرہ کتب میں امام عقیلی کا یہ قول ہمیں کہیں نظر نہیں آیا۔ بلکہ امام عقیلی نے تو ہشام کا کتاب الضعفاء میں ذکر ہی نہیں کیا۔''

(احادیث صحیح بخاری ومسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش ص ۱۱۳)

ہشام بن عروہ سے سحر والی روایت انس بن عیاض المدنی (صحیح بخاری: ۶۳۹۱) اور عبدالرحمٰن بن ابی الزناد المدنی صحیح بخاری: ۵۷۶۳ و تفسیر ابن جریر الطبری ۱/۳۶۶، ۳۶۷ وسندہ حسن، ابن ابی الزناد وثقہ الجمہور) نے بیان کی ہے لہٰذا یہ کہنا کہ ''بلکہ کوئی بھی اہل مدینہ یہ روایت نقل نہیں کرتا۔'' باطل ومردود ہے۔ ایک اور شخص لکھتا ہے کہ: ''ہشام بن عروہ ثقہ فقیہ ہے بارہا تدلیس کی ہے (تقریب ج۲ ص ۲۶۸) چونکہ سحر والی روایت عن سے ہے اور اصول حدیث میں مدلس کا عنعنہ نا قابل قبول ہے لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔ تو اب اس بات میں کوئی شک نہ رہا کہ اصول حدیث کی روشنی میں نبی علیہ السلام پر جادو والی روایات سنداً اور متناً غلط ہیں۔'' (جادو کی شرعی حیثیت قرآن کی روشنی میں/تجلّی خان ص ۱۷)

حالانکہ صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے کہ: '' حدثنا محمد بن المثنیٰ: ثنا هشام: ثني أبي عن عائشة أن النبي ﷺ سحر حتی کان یخیّل إلیه أنه صنع شیئاً ولم یصنعه '' (درسی نسخہ ۱/۴۵۰ ح ۳۱۷۵ کتاب الجزیہ باب ۱۴ هل یعفی عن الذمي ،إذا سحر ؟) سماع کی واضح تصریح کے باوجود یہ کہنا کہ ''چونکہ سحر والی روایت عن سے ہے...'' کیا معنی رکھتا ہے؟ ایک شخص نے لکھا ہے کہ: ''ہشام کی بیان کی ہوئی روایات میں سے کسی بھی روایت کی اسناد میں یہ ذکر نہیں ہے کہ عروہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تھی......'' (صحیح بخاری کا مطالعہ از شبیر احمد ازہر میرٹھی ج۲ ص ۸۷)

عرض ہے کہ عروہ بن الزبیر کا مدلس ہونا ثابت نہیں ہے لہٰذا وہ تدلیس سے بری ہیں۔ آپ ۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اپنی خالہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (وفات ۵۷ھ) سے سماع وملاقات واستفادہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۴۰۷۷) وصحیح مسلم (۲۴۱۸ وترقیم دارالسلام: ۶۲۴۹۔۶۲۵۱) ومسند الحمیدی بتحقیقی (۲۶۴) حدیث کے طالب علم بھی یہ جانتے ہیں کہ غیر مدلس راوی کا اپنے استاد سے بدون سماع عن اور قال وغیرہ کے ساتھ روایت کرنا، سماع پر ہی محمول ہوتا ہے الا یہ کہ صریح دلیل سے کسی روایت کی تخصیص ثابت ہو۔ لہٰذا یہ اعتراض بھی مردود وباطل ہے۔

تنبیہ بلیغ: بعض لوگ ہشام بن عروہ کے بارے میں (عبدالرحمٰن بن یوسف بن سعید) ابن خراش کا قول (کان مالك لا یرضاه....) پیش کرتے ہیں حالانکہ ابن خراش کا بذاتِ خود ثقہ وصدوق ہونا ثابت نہیں ہے۔ عبدان اسے رافضی کی طرف منسوب کرتے تھے (الکامل لابن عدی ۴/۱۶۲۹ وسندہ صحیح) ابو زرعہ محمد بن یوسف الجرجانی رحمہ اللہ نے کہا: ''کان أخرج مثالب الشیخین وکان رافضیاً '' اس نے (سیدنا) ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کے خلاف روایتیں نکالیں اور وہ رافضی تھا (سؤالات حمزۃ السہمی للحاکم: ۳۴۱ وسندہ صحیح)

محدث ابن ناصر الدین (متوفی ۸۴۲ھ) نے (اپنی کتاب) بدیعۃ البیان (عن موت الأعیان) میں ابن خراش کے بارے میں کہا: '' لابن خراش الحالة الرذیلة ذار افضي جرحه فضیلة''

یعنی ابن خراش کی رذیل (وذلیل) حالت ہے۔ یہ رافضی ہے اس کی جرح (مجروح کے لئے) باعث فضیلت ہے

شذرات الذہب ۲/۱۸۴)

خلاصۃ التحقیق: ہشام بن عروہ ثقہ وصحیح الحدیث ہے، اس پر اختلاط وغیرہ کی جرح مردود ہے۔ رہا مسئلہ تدلیس کا تو قولِ راجح میں وہ "بريء من التدليس" "تدلیس سے بری ہے (دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ۱/۳۰ ص ۱۳۱)

فائدہ(۱): صحیحین کے اصول کے راویوں کا ثقہ وصدوق ہونا اس کی دلیل نہیں ہے کہ صحیحین کے شواہد ومتابعات والے راوی بھی ضرور بالضرور ثقہ وصدوق ہی ہیں۔ (دلائل قطعیہ اور راجح دلائل سے ثابت ہے کہ صحیحین میں متابعات و شواہد میں ضعیف ومجروح راوی بھی موجود ہیں مثلاً عمر بن حمزہ (مسلم) ابوبکر بن عیاش (بخاری ومسلم) یزید بن ابی زیاد (مسلم) اور ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع (البخاری: ۳۲۹۹ متابعۃ) وغیرہ ضعیف راوی ہیں لیکن صحیحین میں ان کی روایات متابعات، شواہد اور امت کے تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح وحسن ہیں۔ والحمد لله

فائدہ (۲): بعض الناس کا صحیحین کی اصولی روایتوں پر جرح کرنا چنداں باعث تشویش نہیں ہوتا بلکہ اصل مراجع کی طرف رجوع کر کے بآسانی جمہور محدثین کا موقف معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس تمہید کے بعد بعض منکرین حدیث کے صحیحین پر طعن وجرح اور روایات صحیحین کا مدلل دفاع پیش خدمت ہے۔

فائدہ: شیخ البانی رحمہ اللہ، وغیرہ معاصرین اور ان سے پہلے لوگوں نے صحیح بخاری وصحیح مسلم پر جو بھی جرح کی ہے، وہ جرح سرے سے مردود ہے۔ علمی میدان میں اس جرح کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

ایک اہم بات:

اس دفاع میں راقم الحروف نے ثابت کر دیا ہے کہ صحیح بخاری کی جن روایتوں پر منکرینِ حدیث جرح کرتے ہیں وہ روایتیں امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے بھی محدثین کرام نے بیان کی ہیں، آپ کے دور میں اور آپ کے بعد بھی ائمہ کرام نے انہیں اپنی کتابوں میں باسند نقل کیا ہے۔ ان روایتوں کے صحیح ہونے پر اہلِ علم کا اجماع ہے لہٰذا صحیح بخاری (وصحیح مسلم) پر حملہ تمام محدثین کرام، فقہاء عظام، اہلِ علم اور ائمہ دین پر حملہ ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ) [باقی آئندہ شمارے میں ان شاءاللہ]

وضو کے دوران منہ اور ناک میں علیحدہ علیحدہ پانی ڈالنا

فضل اکبر کاشمیری

امام ابن ابی خیثمہ (متوفی ۲۷۹ھ) نے فرمایا:

"حدثنا علي بن الجعد قال: أنا عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عن عبدة بن أبي لبابة قال: سمعت شقيق بن سلمة قال: رأيت علياً وعثمان توضآ ثلاثاً ثلاثاً ثم قالا: هكذا توضأ النبي ﷺ وذكر أنهما أفردا المضمضة والاستنشاق" شقیق بن سلمہ نے کہا کہ میں نے علی اور عثمان (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا انہوں نے اعضائے وضو کو تین تین دفعہ دھویا پھر فرمایا کہ نبی ﷺ نے اسی طرح وضو کیا تھا۔ اور (شقیق نے) بیان کیا کہ ان دونوں نے کلی علیحدہ کی تھی اور ناک میں علیحدہ پانی ڈالا تھا۔ (التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ ص ۵۸۸ ح ۱۴۱۰ وسندہ حسن لذاتہ)

حافظ زبیر علی زئی

حدیث نور اور مصنف عبدالرزاق: ایک نئی دریافت کا جائزہ

حمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی رسوله الأمین ، أما بعد :

مصنف عبدالرزاق کے نام سے حدیث کی ایک مشہور کتاب مطبوع اور متداول ہے۔ سنہ ۱۴۲۵ھ بمطابق
۲۰م ایک چھوٹی سی کتاب '' الجزء المفقود من الجزء الأول من المصنف '' کے نام سے محمد عبدالحکیم
ف القادری (بریلوی) کی تقدیم اور عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن مانع الحمیر ی (؟) کی تحقیق کے ساتھ (بریلویوں کے)
سسۃ الشرق' لاہور پاکستان سے شائع ہوئی ہے۔ اس نسخہ میں چالیس (۴۰) احادیث وآثار لکھے ہوئے ہیں۔
لوی حضرات اس میں درج حدیثِ نور کی وجہ سے خوشیاں منارہے ہیں حالانکہ قلمی اور مطبوع کتابوں سے استدلال
ئی شرطیں ہیں جن میں سے بعض کا ذکر راقم الحروف نے توضیح الأحکام میں کیا ہے (دیکھئے ''الحدیث'' حضرو: ۵ ص ۱۶ تا ۲۲)
اس مضمون میں اس '' الجزء المفقود '' کا جائزہ پیشِ خدمت ہے۔
لویوں کا شائع کردہ یہ '' الجزء المفقود '' سارے کا سارا موضوع اور من گھڑت ہے۔ اس کے موضوع اور من
ڑت ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں:

اس نسخہ کا ناسخ (لکھنے والا) اسحاق بن عبدالرحمٰن السلیمانی ہے جس کے خط (تاریخ نسخ ۹۳۳ھ) سے معلوم ہوتا
ے کہ یہ شخص دسویں صدی ہجری میں موجود تھا۔ (دیکھئے الجزء المفقو د ص ۱۰)
شخص کے حالات اور ثقہ وصدوق ہونا نامعلوم ہے لہذا یہ شخص مجہول ہے۔

دسویں صدی ہجری والے اسحاق بن عبدالرحمٰن السلیمانی نے اپنے آپ سے لے کر امام عبدالرزاق رحمہ اللہ
احب المصنف) تک کوئی سند بیان نہیں کی اور نہ یہ بتایا ہے کہ اس نے یہ نسخہ کہاں سے نقل کیا ہے لہذا یہ سارے کا
ا نسخہ بے سند ہے۔

اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ نسخہ کہاں کہاں اور کس کس کے پاس رہا ہے۔ حدیث کی کتابوں کے معتبر
وں پر علمائے کرام کے سماعات درج ہوتے ہیں۔ یعنی فلاں عالم نے یہ نسخہ فلاں تاریخ کو فلاں عالم سے سنا تھا۔ مثلاً
ھئے مخطوطۂ مسند الحمیدی (الظاہریہ) پہلا صفحہ اور میری کتاب '' نور العینین '' ص ۲۵۰ (طبع سوم ۲۰۰۴ء)
اس کے برعکس '' الجزء المفقود '' کے مقدمہ میں لکھا ہوا ہے کہ:

'' ولیس علی النسخة التی بین یدینا أیة سماعات '' ہمارے ہاتھوں میں (یہ) جو نسخہ موجود ہے اس پر
ئی سماعات نہیں ہیں۔ (دیکھئے ص ۱۴)

دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان سے مصنف عبدالرزاق کا جو نسخہ شائع ہوا ہے اسے پانچ نسخوں سے شائع کیا گیا ہے.
ں: مراد ملا کا نسخہ (ترکی) یہ مکمل نسخہ ہے اور ۷۴۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔ (المصنف جلد ا ص ۱۱)

م: فیض اللہ افندی کا نسخہ (ترکی) یہ نامکمل نسخہ ہے اور ۶۰۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔ (جلد ا ص ۱۱)

م: شیخ محمد نصیف کا نسخہ (جدہ) یہ نامکمل نسخہ ہے اور نویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ (ایضاً ج ا ص ۱۲)

ارم: المکتبۃ السعیدیۃ العامہ کا نسخہ (تونک) یہ ناقص نسخہ ہے اور ۱۳۷۳ھ کا لکھا ہوا ہے۔

م: حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق والا مطبوعہ نسخہ، اسے مراد ملا والے نسخہ سے شائع کیا گیا ہے۔

لوم ہوا کہ نسخہ بریلویہ پر سماعات کا نہ ہونا، کاتبِ نسخہ کا مجہول ہونا اور نسخہ کا بے سند ہونا اس نسخہ کے مشکوک اور بے اصل نے کے لئے کافی ہے۔

اس نسخہ (نسخۂ بریلویہ) کے مقدمہ نگار نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ نسخہ مطبوعہ نسخہ سے زیادہ مضبوط نسخہ ہے۔ (دیکھئے ص ۱۱) لانکہ یہ نسخہ فاش غلطیوں والا ہے۔

ل: بریلویوں کے ''الجزء المفقود'' میں لکھا ہوا ہے کہ:

''عبدالرزاق عن ابن جريج قال: أخبرني البراء قال .. '' الخ (ص ۵۵ ح ۲)

روایت میں امام ابن جریج سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھے براء (بن عازب رضی اللہ عنہ) نے خبر دی الخ

الجزء المفقود '' کا محقق لکھتا ہے: ''ابن جريج حافظ ثقة و كان يدلس ، فقد صرح هنا بالإخبار ''

جریج حافظ ثقہ ہیں، آپ تدلیس کرتے تھے، پس آپ نے یہاں سماع کی تصریح کر دی ہے۔ (حاشیہ:۱)

ں ہے کہ ابن جریج رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۹۲)

سیدنا البراء رضی اللہ عنہ ۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ (تقریب التہذیب: ۶۴۸)

رنا البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کی وفات کے آٹھ سال بعد پیدا ہونے والے امام ابن جریج یہ کس طرح کہہ سکتے ں ''أخبرني البراء'' مجھے براء نے خبر دی۔ (!)

یفہ: الجزء المفقود کے محقق نے اپنے الفاظ بھول کر دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ:

''الحديث بإسناده انقطاع ، لأن ابن جريج لم يدرك البراء '' اس حدیث کی سند میں انقطاع ے کیونکہ ابن جریج نے براء کو نہیں پایا۔ (ص ۵۹ ح ۱۰ کا حاشیہ:۳)

ب ابن جریج نے سیدنا براء رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تو وہ تصریح سماع کس طرح کر سکتے ہیں؟

الجزء المفقود میں لکھا ہوا ہے کہ:

''عبدالرزاق قال: أخبرنی الزهري عن سفيان بن شبرمة ... '' (ص ۸۸ ح ۲۸)

روایت میں امام عبدالرزاق رحمہ اللہ، جناب زہری رحمہ اللہ سے سماع کی تصریح کر رہے ہیں حالانکہ امام زہری اھ یا اس سے ایک دو سال پہلے فوت ہوئے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۶۲۹۶) اور امام عبدالرزاق ۱۲۶ھ میں پیدا ئے۔ (تقریب التہذیب: ۴۰۶۴)

م زہری کی وفات کے ایک سال بعد پیدا ہونے والے امام عبدالرزاق کس طرح ''أخبرني الزهري'' کہہ سکتے ہیں؟

بقیہ: اسی کتاب کے ایک دوسرے مقام پر ''محقق'' صاحب لکھتے ہیں کہ:

''هذا الإسناد فيه انقطاع بين عبدالرزاق والزهري '' اوراس سند میں عبدالرزاق اورزہری کے درمیان انقطاع ہے(ص۹۴ح۴۰ کا حاشیہ:۳)

۔ سابقہ نمبر میں جوروایت لکھی ہوئی ہے۔اس کے راوی ''سفيان بن شبرمة '' کے حالات معلوم نہیں ہیں۔صحیح یہ ہے کہ یہ ''سفيان عن ابن شبرمة'' ہے۔جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ(۱/۱۵ح۱۳۲) میں لکھا ہوا ہے۔

عن سفیان الثوری عن عبداللہ بن شبرمۃ۔

میں جناب محمد عبدالحکیم شرف القادری (بریلوی) اورتمام آل بریلی سے پوچھتا ہوں کہ ''سفيان بن شبرمة '' کون ہے؟ اگر یہ کاتب یا کمپوزر کی غلطی ہے تو پھر غلطیوں والے اس بے سند نسخہ پر آپ کیوں خوشیاں منارہے ہیں؟

۔ امام زہری المدنی کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔بعض کہتے ہیں ۵۰ یا ۵۱

امام یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر (پیدائش:۱۵۴ھ وفات:۲۳۱ھ) تلمیذِ امام لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ: زہری ۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔(تاریخ دمشق ۲۲۸/۵۸ وسندہ صحیح،الزہری لابن عساکر ص۳۶ ح۱۰)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ۶۰ھ کے قریب فوت ہوئے (تقریب التہذیب:۴۶۴۱) آپ کی قبر مقطم (مصر) میں ہے(سیر اعلام النبلاء ج۲ص۴۶۸) یعنی آپ مصر میں فوت ہوئے!

الجزء المفقو د میں لکھا ہوا ہے کہ: ''عن ابن جريج عن الزهری أنه سمع عقبة بن عامر ... ''(ص۸۴ح۲۴)

حالانکہ (مدینہ طیبہ میں پیدا ہونے والے) امام زہری کی عقبہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔حافظ نورالدین الہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''والزهري لم يسمع من عقبة بن عامر '' اورزہری نے عقبہ بن عامر سے (کچھ) نہیں سنا (مجمع الزوائد ج۱ ص۳۳۱،آخر: باب فضل الاذان)

معلوم ہوا ''الجزء المفقود '' کے مجہول ناسخ نے اس بے سند نسخے میں ایک سند وضع کر کے امام زہری رحمہ اللہ پر جھوٹ بول رکھا ہے۔کہ انہوں نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے!

۔ الجزء المفقو د میں لکھا ہوا ہے کہ:

''عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن أبي سعيد الخدري عن أبيه عن جده عن أبي سعيد'' إلخ (ص۸۰،۸۱ح۲۰)

اس روایت میں بقول اسحاق بن عبدالرحمٰن السلیمانی: امام زہری سیدنا ابوسعید الخدری (سعد بن مالک بن سنان الانصاری) رضی اللہ عنہ عن ابیہ (مالک بن سنان) عن جدہ (سنان بن عبید) عن ابی سعید سے روایت کررہے ہیں حالانکہ سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے دادا سنان بن عبید کا صحابہ میں کوئی ذکر موجود نہیں ہے اور نہ سنان بن عبید کے دادا ابوسعید کا کہیں تذکرہ ملتا ہے۔الجزء المفقو د کے ''محقق'' نے ابوسعید الخدری عن ابیہ عن جدہ عن ابی سعید میں ابوسعید خدری کو روبیح (ربیح) بن عبدالرحمٰن بن ابی سعید بنا دیا ہے حالانکہ ربیح کی کنیت ابوسعید، معلوم نہیں ہے اور نہ اس کے

شاگردوں میں امام زہری کا کوئی ذکر ملتا ہے (دیکھئے تہذیب الکمال ج ۶ ص ۱۲۴)

۔ احادیث کی کتابوں میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ ان کی روایات (سندیں اور متون) دوسری کتابوں میں بھی ملتی ہیں مثلاً مصنف عبدالرزاق کی پہلی متصل مرفوع حدیث ''**عبد الرزاق عن مالك عن عمرو بن يحيى عن أبيه عن عبد الله بن زيد**'' کی سند سے مروی ہے۔ یہی روایت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''**حدثنا عبد الرزاق قال: أخبرنا مالك عن عمرو بن يحيى عن أبيه عن عبد الله بن زيد**'' کی سند سے اسی متن کے ساتھ بیان کر رکھی ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۹ ح ۱۶۴۳۸ وسندہ صحیح)

عبدالرزاق کی سند سے یہ روایت صحیح ابن خزیمہ میں بھی موجود ہے (۸۰/۱ ح ۱۵۵)

''**امام مالك عن عمرو بن يحيى عن أبيه عن عبدالله بن زيد**'' کی سند سے یہی روایت موطا امام مالک (۱۸/۱ ح ۳۱) وصحیح بخاری (۱۸۵) وصحیح مسلم (۲۳۵) میں موجود ہے۔ جب کہ بریلویوں کی پیش کردہ روایات الجزء المفقود کا وجود حدیث کی دوسری باسند کتابوں میں نہیں ملتا۔ معلوم ہوا کہ دال میں ضرور کچھ کالا کالا ہے۔

ان دس دلائل سے معلوم ہوا کہ ''الجزء المفقود'' کے نام سے مطبوع کتاب بے اصل، بے سند اور موضوع ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال کرنا حلال نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۱ھ) ثقہ حافظ امام تھے۔ جمہور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے لیکن ثقہ ہونے کے ساتھ وہ مدلس بھی تھے۔ ان کی تدلیس کے لئے دیکھئے کتاب الضعفاء للعقیلی (ج ۳ ص ۱۱۰، ۱۱۱ وسندہ صحیح) وطبقات المدلسین للحافظ ابن حجر رحمہ اللہ۔

مدلس راوی کے بارے میں یہ عام اصول ہے کہ غیر صحیحین میں اس کی عن والی روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے، لہٰذا اگر یہ من گھڑت اور موضوع ''**الجزء المفقود**'' (بفرض محال) ثابت بھی ہوتا تو اس میں نور والی روایات باطل اور مردود ہیں۔

امام عبدالرزاق آخری عمر میں نابینا ہونے کے بعد اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (دیکھئے الکواکب النیرات ص ۲۶۶ ت ۳۴)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہم ۲۰۰ھ سے پہلے عبدالرزاق کے پاس آئے تھے، اس وقت ان کی نظر صحیح تھی۔ جس نے ان کی نظر ختم ہونے کے بعد ان سے سنا ہے تو اس شخص کا سماع ضعیف ہے۔ (تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۱۱۶۱ وسندہ صحیح) امام احمد نے مزید فرمایا کہ: ''**لا يعبأ بحديث من سمع منه وقد ذهب بصره، كان يلقن أحاديث باطلة**''، جس نے اس کے نابینا ہونے کے بعد اس سے احادیث سنی ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ وہ باطل حدیثوں کی تلقین قبول کر لیتے (اور انہیں بیان کر دیتے) تھے۔ (سوالات ابن ھانی: ۲۲۸۵ وسندہ صحیح)

اس مطبوعہ بے سند نسخے میں عبدالرزاق کا شاگرد ہی معلوم نہیں ہے لہٰذا اس پر کس طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

وما علينا إلا البلاغ (۱۳ محرم ۱۴۲۷ھ)

حدیث:۲۳ حافظ زبیر علی زئی

توضیح الأحکام

سوال وجواب / تخریج الأحادیث

((امام ابن تیمیہ اور تقلید))

سوال: ''محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن وسنت کا پابند بنائے رکھے اور ہم سے اپنے دین کی خدمت لے لے۔ ہماری طاقت کے مطابق۔

محترم حافظ صاحب چند سوالات ہیں مہربانی فرما کران کے جوابات مفصل دیئے جائیں۔ جوابات دینے میں تھوڑی دیر ہو جائے تو کوئی بات نہیں جواب مفصل ہونے چاہئیں اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ، ان کا مسلک ان کی کتابوں سے باحوالہ نقل فرمائیں۔ یہ مقلد تھے یا غیر مقلد۔

نیز یہ بھی بتائیں کہ کیا ان کی کتابوں میں شرک وغیرہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ بریلوی (حضرات) کتاب الروح وغیرہ سے ان کا یہ عقیدہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ مُردوں کے سننے اور مدد مانگنے کے قائل تھے۔ کیا ان کی مزید (دوسری) کتابوں میں، مردے اور غائب سے مدد مانگنا، ناجائز یا شرک لکھا ہوا موجود ہے۔ اگر ہے تو باحوالہ لکھیں۔ ایک بریلوی دوست کہتا ہے کہ ہمارا عقیدہ ابن تیمیہ اور ابن قیم سے ملتا ہے۔ کیا واقعی یہ بات درست ہے اگر نہیں تو وضاحت فرمائیں۔

ان میں سے کوئی سوال الحدیث کیلئے موزوں ہو تو ضرور شائع کیجئے۔ جزاك الله خيراً

بریلوی دوست کہتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب سے پہلے کسی نے قبروں سے اور غائب سے مدد مانگنا شرک نہیں لکھا۔ کیا یہ بات درست ہے اگر نہیں تو اللہ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ کم از کم دس قدیم مفسرینِ قرآن وحدیث کے حوالہ جات لکھیں جنھوں نے غائب یا فوت شدہ سے مانگنا شرک لکھا ہو۔ یاد رہے کہ اہم مفسرین کے اقوال ہوں۔

حدیث کہ جب تم کسی ویران جگہ پر ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے تو پکارو (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔) اس کی سند اگر ضعیف ہے (تو) ثابت کریں، تمام طرق کے بارے میں بتائیں۔ جن محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ان کے اقوال باحوالہ بتائیں نیز یہ بھی بتائیں کہ کیا کسی اہم مفسر نے (سوائے غلام رسول سعیدی بریلوی کے) شرح مسلم، کسی نے اس حدیث سے قبروں یا غائب سے مدد مانگنا ثابت کیا ہے؟

فضیلۃ الشیخ یہ سوال بہت اہم ہے مفصل جواب دیجئے گا۔ اللہ آپ کے علم وعمل میں برکت دے اور دنیا اور آخرت میں آپ کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے۔ والسلام خادم العلم والعلماء ابوعلی اسد ندیم''

جواب:

(وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ مشہور عالم بلکہ شیخ الاسلام تھے۔ ان کا مقلد ہونا قطعاً ثابت

نہیں ہے بلکہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''ولقد أنكر بعض المقلدين على شيخ الاسلام في تدريسه بمدرسة ابن الحنبلي وهي وقف على الحنابلة، والمجتهد ليس منهم ، فقال: إنما أتناول ما أتناوله منها على معرفتي بمذهب أحمد، لاعلیٰ تقليدي له ''

بعض مقلدین نے شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) پر اعتراض کیا کہ وہ مدرسہ ابن الحنبلی میں پڑھاتے ہیں حالانکہ یہ مدرسہ حنابلہ پر وقف ہے اور مجتہد ان (حنبلیوں ومقلدین) میں نہیں ہوتا، تو انہوں نے فرمایا: میں اسے احمد (بن حنبل) کے مذہب کی معرفت پر استعمال کرتا ہوں، میں اس (احمد) کی تقلید نہیں کرتا۔

(اعلام الموقعین ۲/۲۴۱، ۲۴۲ مطبوعہ دارالجیل بیروت لبنان، الرد علی من أخلد إلی الأرض للسیوطی ص ۱۶۶)

دلیل دوم: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد حافظ ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''الشيخ الإمام العلامة الحافظ الناقد (الفقيه) المجتهد المفسر البارع شيخ الإسلام عَلم الزهاد نادرة العصر ... '' (تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۴۹۶ ت ۱۱۷۵)

معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حافظ ذہبی کے نزدیک مجتہد تھے۔ یہ بات عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ مجتہد تقلید نہیں کرتا۔ طحطاوی حنفی نے ''طبقة المجتهدين في الشرع كالأربعة وأمثالهم'' کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''وهم غير مقلدين'' اور وہ غیر مقلد ہیں (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۱/۵۱)

ماسٹر محمد امین اوکاڑوی دیوبندی حیاتی لکھتے ہیں کہ:

''جو شخص خود مجتہد ہوگا وہ خود قواعد شرعیہ سے مسئلہ تلاش کر کے کتاب وسنت پر عمل کرے گا''

(تحقیق مسئلہ تقلید ص ۵ مجموعہ رسائل ۱/۲۱ مطبوعہ، اکتوبر ۱۹۹۱ء گوجرانوالہ)

دلیل سوم: کچھ لوگ یہ کہتے رہتے ہیں کہ عوام پر فلاں (مثلاً امام ابوحنیفہ) یا فلاں کی تقلید واجب ہے۔ ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

''أما أن يقول قائل: إنه يجب على العامة تقليد فلان أو فلان فهذا لا يقوله مسلم ''

اگر کوئی کہنے والا کہے کہ عوام پر فلاں یا فلاں کی تقلید واجب ہے، تو ایسی بات کوئی مسلم نہیں کہتا۔

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۲/۲۴۹)

معلوم ہوا کہ حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک کوئی مسلمان بھی وجوبِ تقلیدِ فلان کا قائل نہیں ہے۔

دلیل چہارم: جو شخص (تقلید کرتے ہوئے) کسی ایک امام کے لئے تعصب کرتا ہے (جیسا کہ آلِ دیوبند وغیرہ کا طریقۂ کار ہے) تو ایسے شخص کو امام ابن تیمیہ ''كالرافضي .... جاهلاً ظالماً'' قرار دیتے ہیں دیکھئے مجموع فتاویٰ (۲۲/۲۵۲) یعنی ان کے نزدیک ایسا شخص جاہل، ظالم اور رافضیوں کی طرح ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مقلد نہیں تھے بلکہ مجتہد اور متبع کتاب وسنت تھے والحمدللہ۔

(۲) حافظ ابن القیم نے ایک مستقل کتاب ''اعلام الموقعین'' تقلید کے رد پر لکھی ہے۔ اس کتاب کا نام

ل الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) ''ذم التقلید'' بتاتے ہیں (دیکھئے الرد علی من أخلد إلی الأرض ص ۱۶۶)
یل پنجم: حافظ ابن قیم الجوزیہ تقلید کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:
''وإنما حدثت هذه البدعة فی القرن الرابع المذموم علی لسان رسول الله ﷺ''
یہ بدعت تو چوتھی صدی (ہجری) میں پیدا ہوئی، جس کی مذمت رسول اللہ ﷺ نے اپنی (مبارک) زبان سے بیان
ائی ہے۔ (اعلام الموقعین ۲۰۸/۲)
لوم ہوا کہ مروجہ تقلید امام ابن القیم کے نزدیک بدعت مذمومہ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ وہ بذات خود حنبلی مقلد ہرگز نہیں
ے بلکہ مجتہد و متبع کتاب و سنت تھے والحمد للہ

ندہ: دیوبندیوں اور بریلویوں کے بزرگ ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ:
ومن طالع شرح منازل السائرین تبین له أنهما کانا من أکابر أهل السنة والجماعة ومن أولیاء
ہ الأمة'' اور جو شخص شرح منازل السائرین کا مطالعہ کرے تو اس کے لئے واضح ہو جائے گا کہ وہ دونوں (ابن تیمیہ اور
ن القیم) اہل سنت والجماعت کے اکابر اور اس امت کے اولیاء میں سے تھے۔ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل ۲۰۷/۱)

۲) میرے علم کے مطابق ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمہما اللہ کی کتابوں میں شرک اکبر کا کوئی ثبوت نہیں ہے، تاہم ابن
م کی ثابت شدہ ''کتاب الروح'' اور دیگر کتابوں میں ضعیف و مردود روایات ضرور موجود ہیں۔ یہ دونوں حضرات
دوں سے مدد مانگنے کے قائل نہیں تھے، رہا مسئلہ سماع موتیٰ کا تو یہ سلف صالحین کے درمیان مختلف فیہا مسئلہ ہے، اسے کفر
رک سمجھنا غلط ہے۔ صحیح اور راجح یہی ہے کہ صحیح احادیث سے ثابت شدہ بعض مواقع مخصوصہ کے علاوہ مُردہ کچھ بھی نہیں سنتا۔
آپ کے بریلوی دوست کا یہ دعویٰ کہ ''ہمارا عقیدہ، ابن تیمیہ اور ابن قیم سے ملتا ہے'' محتاج دلیل ہے۔ اس
ے کہیں کہ وہ اپنے مشہور عقائد مثلاً وجوب تقلید ابی حنیفہ، حاضر ناظر، نور من نور اللہ اور علم الغیب وغیرہ مسائل کا مدلل
حوالہ ثبوت ابن تیمیہ و ابن القیم سے پیش کریں تا کہ مزید بحث و تحقیق جاری رکھی جاسکے۔

۱) بریلوی دوست کو کہیں کہ وہ کسی ایک ثقہ و مستند امام، جو کہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ سے پہلے گزرا ہے، سے
رف ایک حوالہ ثابت کردے کہ قبروں سے مدد مانگنا صحیح ہے یا شرک نہیں ہے۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ
ی پیدائش سے صدیوں پہلے شیخ الاسلام ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) نے ایک کتاب ''الجواب الباہر فی زوار المقابر''
ھی ہے جس میں قبر پرستوں کا زبردست رد کیا ہے۔
وگ آپ ﷺ کی قبر کی طرف رخ کر کے سلام (السلام علیک) کی اونچی آوازیں بلند کرتے ہیں ان کے بارے
ں ابن تیمیہ نے لکھا ہے:
بل هذه بدعة لم یستحبها أحد من العلماء'' بلکہ یہ بدعت ہے، علماء میں سے کسی ایک نے بھی اسے مستحب
ار نہیں دیا (الجواب الباہر ص ۹ مطبوعہ: الریاض، جزیرۃ العرب / السعودیہ)
وگ قبروں پر جا کر انہیں پکارتے ہیں (ویدعونه ویحبونه مثل ما یحبون الخالق) انہیں ابن تیمیہ نے

اهل الشرك ''قرار دیا ہے (الجواب الباہر ص ۲۱)

یہ ساری کتاب پڑھنے کے لائق ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قبر پرستی کو پہلا سبب شرک (هو أول أسبا ب الشرك فی قوم نوح) قرار دیا ہے (الجواب الباہر ص ۱۲)

شیخ الاسلام سے صدیوں پہلے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو چھونا مکروہ سمجھتے تھے۔ أن ابن عمر کا ن یکره مس قبر النبي صلی اللہ علیہ وسلم (جزء محمد بن عاصم الثقفی الاصبہانی: ۲۷ وسندہ صحیح، أبو أسامة بريئ من التدلیس)

فائدہ: ابن قدامہ الحنبلی (متوفی ۶۲۰ ھ) نے قبروں پر چراغ جلانے سے منع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''وافراطاً فی تعظیم القبور أشبه تعظیم الأصنام.. '' اور قبروں کی تعظیم میں یہ افراط ہے، یہ بتوں کی تعظیم سے مشابہ ہے (المغنی ۲/ ۱۹۳ مسئلہ: ۱۵۹۴)

سورت یونس کی ایک آیت (۱۰۱) کی تشریح میں مفسر ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ ھ) فرماتے ہیں:

''یقول تعالیٰ ذکره ولا تدع یا محمد من دون معبودك وخالقك شیئاً فی الدنیا ولا فی الآخرة.... '' إلخ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے معبود اور خالق (اللہ) کے علاوہ دنیا و آخرت میں کسی چیز کو بھی (مافوق الاسباب) نہ پکارو۔ الخ (تفسیر طبری ۱۱/ ۱۲۲)

قدیم مفسرین میں سے صرف اسی ایک ثقہ مفسر کا حوالہ کافی ہے۔ جو لوگ قبر پرستی کو جائز سمجھتے ہیں ان سے مطالبہ کریں کہ صرف ایک قدیم ثقہ مفسر سے قبر پرستی کا جواز ثابت کریں۔

ابن تیمیہ نے ان لوگوں کو مشرک قرار دیا ہے جو قبر والوں کو (مدد کے لئے) پکارتے ہیں، دیکھئے کتاب الرد علی الاخنائی (ص ۵۲) اور مجموع فتاویٰ (۲۷/ ۲۵۶)

(۵) یہ روایت اپنی مختلف سندوں کے ساتھ مسند ابی یعلیٰ، المعجم الکبیر للطبرانی اور مسند البزار وغیرہ میں موجود ہے۔ اس کی تمام سندیں ضعیف ہیں دیکھئے السلسلة الضعیفة للالبانی (۲/ ۱۰۸۔ ۱۱۲ ح ۶۵۵، ۶۵۶)

مسند بزار والی سند شیخ البانی کے نزدیک شاذ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ حافظ بزار بذاتِ خود متکلم فیہ ہیں۔ حافظ دارقطنی نے ان کے بارے میں فرمایا: '' ثقة یخطئ کثیراً ویتکل علی حفظه '' (سؤالات حمزة بن یوسف السهمي للدارقطنی: ۱۱۶)

اور فرمایا: '' یخطئ فی الاسناد والمتن ، حدث بالمسند بمصر حفظاً، ینظر فی کتب الناس ویحدث من حفظه، ولم تکن معه کتب فأخطأ فی أحادیث کثیرة، یتکلمون فیه، جرحه أبو عبد الرحمن النسائي '' (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۲۳)

ابو احمد الحاکم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: '' یخطئ فی الإسناد والمتن '' (دیکھئے لسان المیزان ۱/ ۲۳۷)

رکوخطیب بغدادی، ابوعوانہ صاحب المسند، وغیرہما نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔
رکی معلول روایت کے مقابلے میں بیہقی نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:
ن لله عزوجل ملائكة فى الأرض سوى الحفظة يكتبو ن ما يسقط من ورق الشجر فإذا أصاب
حد كم عرجة فى الأرض لا يقدر فيها على الأعوان فليصح فليقل: عبادالله أغيثونا أوأعينونا
حمكم الله ، فإنه سيعان '' (شعب الایمان ۶/۱۲۸ ح ۷۶۹۷ وسندہ حسن موقوف، ۱/۱۸۳ ح ۱۶۷)
ابی کے اس قول میں زندہ فرشتوں کو پکارنے کا جواز ہے لہذا یہ پکارنا ماتحت الاسباب ہوا۔ اس قول میں مردہ روحوں کو
رنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ لہذا اسے مافوق الاسباب پکارنے کی دلیل بنالینا غلط ہے۔
یفہ: مسند البزار اور بیہقی والی روایت کا ایک راوی اسامہ بن زید اللیثی ہے جو بقول راجح حسن الحدیث ہے۔ یہ راوی
حنفیوں کے مخالف کسی حدیث میں آجائے تو یہ لوگ فوراً اس پر جرح کر دیتے ہیں مثلاً دیکھئے آثار السنن للنیموی
ب ماجاء فی التغلیس ح ۲۱۳ عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ، حاشیہ)
یا انصاف اسی کا نام ہے؟ فقط والسلام (۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ)

فرض نمازیں اوران کی رکعات

وال: دن رات میں کتنی نمازیں فرض ہیں؟ قرآن وحدیث سے جواب دیں۔ (فیاض خان دامانوی، بریڈفورڈ)
واب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ: '' **فأخبرهم أن الله**
ض عليهم خمس صلوات في يومهم وليلتهم ''پس انہیں بتاؤ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں
ں کی ہیں (صحیح البخاری: ۷۳۷۲ وصحیح مسلم: ۱۹/۱۲۱)
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ''**فرض الله الصلوٰة حين فرضها ركعتين ركعتين فى الحضرو**
سفر فأقرت صلوٰة السفر و زيد فى صلوٰة الحضر ''اللہ نے جب نماز فرض کی تو سفر وحضر (گھر اور حالتِ
مت) میں دو دو رکعتیں فرض کیں پھر سفر کی نماز تو اسی پر قائم رہی اور حضر (گھر و حالتِ اقامت) والی نماز میں
ضافہ کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری: ۳۵۰ وصحیح مسلم: ۶۸۵/۱۵۷۰)
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ: ''**فرضت الصلوٰة ركعتين ثم هاجر النبي** صلی اللہ علیہ وسلم
رضت أربعاً وتركت صلوٰة السفر على الأولى ''نماز دو (دو) رکعتیں فرض ہوئی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی
چار (چار) رکعتیں فرض کر دی گئیں اور سفر کی نماز کو اس کے پہلے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ (صحیح بخاری: ۳۹۳۵)
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''**فرض الله الصلوٰة على لسان نبيكم** صلی اللہ علیہ وسلم **فى**
حضر أربعاً وفى السفر ركعتين وفى الخوف ركعة ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک
ے ذریعے حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی (صحیح مسلم: ۶۸۷/۱۵۷۵)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ''**کان أول ما افترض علی رسول اللہ ﷺ الصلوٰۃ رکعتان**
کعتان إلا المغرب فإنھا کانت ثلاثاً، ثم أتم اللہ الظھر و العصر و العشاء الآخرۃ أربعاً فی الحضر
قر الصلوٰۃ علی فرضھا الأول فی السفر '' رسول اللہ ﷺ پر پہلے دو دو رکعتیں نماز فرض ہوئی تھی سوائے
رب کے وہ تین رکعات فرض تھی۔ پھر اللہ نے حضر میں ظہر، عصر اور عشاء کی نماز چار (چار) کردی اور سفر والی نماز اپنی پہلی
ت پر (دو دو سوائے مغرب کے) فرض رہی۔ (مسند الامام احمد ج ۶ ص ۲۷۲ ح ۲۶۸۶۹ دوسرا نسخہ: ۲۶۳۳۸ وسندہ حسن لذاتہ)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ: ''**فرضت صلوٰۃ السفر والحضر رکعتین فلما أقام رسول**
ﷺ **بالمدینۃ زید فی صلوٰۃ الحضر رکعتان رکعتان وترکت صلوٰۃ الفجر لطول القرأۃ وصلوٰۃ**
غرب لأنھا وتر النھار '' سفر اور حضر میں دو (دو) رکعتیں نماز فرض ہوئی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں
مت اختیار کی تو حَضَر کی نماز میں دو دو رکعتوں کا اضافہ کر دیا گیا اور صبح کی نماز کو طولِ قرأت اور مغرب کی نماز کو دن
وتر ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ (صحیح ابن حبان ۴/۱۸۰ ح ۲۷۲۷ دوسرا نسخہ: ۲۷۳۸ و صحیح ابن خزیمہ ۲/ ۷
۹۴۴ وسندہ حسن)

نبیہ: اس روایت کا راوی محبوب بن الحسن بن ہلال بن ابی زینب حسن الحدیث ہے، جمہور محدثین نے اسے ثقہ
دوق قرار دیا ہے۔

ان احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہوا کہ دن رات میں پانچ نمازیں (ہر مکلّف پر) فرض ہیں۔

نمازِ فجر　　۲۔ نمازِ ظہر
۔ نمازِ عصر　　۴۔ نمازِ مغرب
۔ نمازِ عشاء

نمازِ فجر اور نمازِ عشاء کا خاص طور پر ذکر قرآن مجید میں ہے (سورۃ النور: ۵۸)
ظہر کا اشارہ سورہ بنی اسرائیل میں موجود ہے (آیت: ۷۸)
د دیکھئے کتاب الأم للامام الشافعی (۱/ ۶۸)

ں پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ حافظ ابن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ:
س پر اتفاق (اجماع) ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہیں۔

اس پر اتفاق (اجماع) ہے کہ خوف و امن، سفر و حضر میں صبح کی نماز دو رکعتیں (فرض) ہے اور خوف و امن، سفر
ضر میں مغرب کی نماز تین رکعتیں (فرض) ہے۔ اس پر اتفاق (اجماع) ہے کہ حالتِ امن میں مقیم پر ظہر، عصر اور
ناء کی نمازیں چار چار رکعات (فرض) ہیں۔'' (مراتب الاجماع ص ۲۴، ۲۵)

ان احادیث صحیحہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ گھر میں (حالتِ امن میں) صبح کی نماز دو رکعتیں، ظہر کی چار، عصر کی
، مغرب کی تین اور عشاء کی چار رکعتیں فرض ہے۔ حالتِ سفر میں مغرب کے علاوہ باقی نمازیں دو دو رکعتیں فرض ہیں۔

کفار کے ساتھ جہاد کرتے وقت حالتِ خوف میں صبح ومغرب کے علاوہ باقی نمازیں ایک ایک رکعت فرض ہیں۔

تنبیہ بلیغ: سفر میں قصر کرنا افضل ہے لیکن قصر کے بجائے پوری نماز پڑھنا بھی بالکل جائز اور صحیح ہے جیسا کہ صحیح احادیث اور آثارِ صحابہ سے ثابت ہے۔امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

۳۴: اجماع ہے کہ نمازِ ظہر کا وقت زوال آفتاب ہے۔

۱: اجماع ہے کہ مغرب کی نماز غروب آفتاب کے بعد واجب ہوتی ہے۔

۲: اجماع ہے کہ نمازِ فجر کا وقت طلوع فجر (صبح صادق) ہے۔'' (کتاب الاجماع، مترجم ص ۲۴)

خلاصۃ التحقیق: صحیح احادیث اور اجماع سے دن رات میں مکلّف پر پانچ نمازوں کا فرض ہونا ثابت ہے اور اسی طرح ان نمازوں کے اوقات اور رکعتوں کی تعداد بھی صحیح احادیث واجماع سے ثابت ہے۔ والحمدللّٰہ (۲۷ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ)

سفر میں نمازِ قصر کا مسئلہ

سوال: سسرال میں قصر نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

منتقی الاخبار کے مصنف امام عبدالسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ج ا ص ۲۱۶ پر یہ باب قائم کیا۔ سسرال میں قصر کا مسئلہ:

حدیث ۱۵۲۸: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں۔ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا جب سے میں مکہ میں آیا ہوں تو میں نے نکاح کر لیا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے جو کسی شہر میں نکاح کر لے وہ مقیم جیسی نماز پڑھے (رواہ احمد)

کیا یہ بات درست ہے کہ سسرال میں قصر نماز نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔ جزاکم اللّٰہ خیراً''

(والسلام خرم ارشاد محمدی 24.1.2006)

جواب: منتقی الاخبار والی روایت مسند احمد (۶۲/۱ ح ۴۴۳) ومسند الحمیدی (۳۶) میں ''عکرمۃ بن إبراهیم الباهلي: حدثنا عبداللّٰہ بن عبدالرحمن بن أبي ذباب عن أبیه أن عثمان بن عفان صلی بمنیٰ.. '' کی سند سے مروی ہے۔

امام بیہقی نے فرمایا: ''فهذا منقطع وعکرمة بن إبراهیم ضعیف ''پس یہ منقطع ہے اور عکرمہ بن ابراہیم ضعیف ہے (معرفۃ السنن والآثار قلمی ج ۲ ص ۴۲۵، نصب الرایہ ۱۷۱/۳)

عکرمہ بن ابراہیم کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے لسان المیزان (ج ۴ ص ۲۱۰) حافظ ہیثمی نے کہا: ''وفیه عکرمة بن إبراهیم وهو ضعیف'' (مجمع الزوائد ۱۵۶/۲)

اس کے برعکس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے منیٰ میں نماز پوری پڑھنے کے بعد خطبہ میں ارشاد فرمایا: '' یا أیها الناس إن السنة سنة رسول اللّٰه ﷺ وسنة صاحبیه ولکنه حدث العام من الناس

خفت أن یستنوا '' اے لوگو! سنت وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں (سیدنا ابوبکر اور سیدنا رضی اللہ عنہما) سے ثابت ہے۔ لیکن اس سال لوگوں کی وجہ سے رش ہوا ہے لہذا مجھے یہ خوف ہوا کہ یہ لوگ اسے ہی اپنا نہ لیں (یعنی اپنے گھروں میں بھی چار کے بجائے دو فرض پڑھنے نہ لگیں)] السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۴۴ وسندہ حسن، نیز دیکھئے معرفۃ السنن والآثار ۲/۴۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے سفر میں نماز پوری پڑھی تا کہ ناسمجھ لوگ غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سفر میں پوری نماز پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ صحیح احادیث و آثارِ صحابہ سے ثابت ہے۔

اگر کسی شخص کا سسرال دوسرے شہر اور سفر کی مسافت پر ہو تو بہتر یہی ہے کہ وہ وہاں قصر کرے لیکن پوری بھی پڑھ سکتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ (سفر میں) قصر کرتے رہے اور میں پوری (نماز) پڑھتی رہی۔ آپ نے روزے نہیں رکھے اور میں روزے رکھتی رہی؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا: '' أحسنت یاعائشة '' اے عائشہ تو نے اچھا کیا ہے۔ (سنن النسائی ج ۳ ص ۱۲۲ ح ۱۴۵۷ وسندہ صحیح، سنن الدارقطنی ۲/۱۸۷ ح ۲۲۷۰ وقال: '' وھو إسناد حسن '' وصححہ البیہقی ۳/۱۴۲)

اس روایت کا راوی العلاء بن زہیر جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے۔ اس پر حافظ ابن حبان کی جرح مردود ہے لہذا بعض علما کا اس حدیث کو ''منکر'' یا ضعیف کہنا غلط ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ: '' أن النبي ﷺ کان یقصر فی السفر ویتم ویفطر ویصوم '' بے شک نبی ﷺ سفر میں قصر بھی کرتے تھے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے۔ روزہ بھی رکھتے تھے اور نہیں بھی رکھتے تھے (سنن الدارقطنی ۲/۱۸۹ ح ۲۲۷۵ وقال: '' وھذا إسناد صحیح '')

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ سعید بن محمد بن ثواب سے شاگردوں کی ایک جماعت روایت بیان کرتی ہے، دیکھئے تاریخ بغداد (۹/۹۵) حافظ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کر کے کہا: '' مستقیم الحدیث '' یعنی وہ ثقہ ہے۔ (ج ۸ ص ۲۷۲) حافظ دارقطنی نے اس کی بیان کردہ سند کو صحیح کہہ کر اسے ثقہ قرار دیا۔ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے روایت لی ہے (۲/۱۳۴ ح ۱۰۶۲) لہذا اسے مجہول وغیر موثق قرار دینا غلط ہے۔

تنبیہ: عطاء بن ابی رباح پر تدلیس کا الزام باطل و مردود ہے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ: '' ان رسول اللہ ﷺ کان یتم الصلوٰة فی السفر ویقصر '' بے شک رسول اللہ ﷺ سفر میں پوری نماز بھی پڑھتے تھے اور قصر بھی کرتے تھے۔ (سنن الدارقطنی ۲/۱۸۹ ح ۲۲۷۶ وقال: '' المغیرة بن زیاد لیس بالقوي '' شرح معانی الآثار ۱/۴۱۵ ومصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۵۲ ح ۸۱۸۷ وسندہ حسن)

مغیرہ بن زیاد جمہور کے نزدیک موثق راوی ہے لہذا اس پر '' لیس بالقوي '' والی جرح مردود ہے۔

خلاصہ یہ کہ نبی ﷺ سے سفر میں پوری نماز پڑھنے کا جواز صحیح حدیث سے ثابت ہے۔
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے سفر میں پوری نماز پڑھنا ثابت ہے (مثلاً دیکھئے صحیح بخاری: ۱۰۹۰ و صحیح مسلم: ۲/۱۵۷۲/۶۸۵)
تنبیہ: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے سفر میں وفات تک قصر کرنا بھی ثابت ہے (دیکھئے صحیح بخاری: ۱۱۰۲ و صحیح مسلم: ۱۵۷۹/۶۷۹)

مشہور تابعی ابوقلابہ (عبداللہ بن زید الجرمی) فرماتے ہیں کہ: '' **إن صليت في السفر ركعتين فالسنة وإن صليت أربعا فالسنة** '' اگر تم سفر میں دو رکعتیں پڑھو تو سنت ہے اور اگر چار رکعتیں پڑھو تو سنت ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۵۲ ح ۸۱۸۸ وسندہ صحیح)

عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کہ: اگر قصر کرو تو رخصت ہے اور اگر چاہو تو پوری نماز پڑھ لو (ابن ابی شیبہ ۲/۴۵۲ ح ۸۱۹۱ وسندہ صحیح)

سعید بن المسیب نے فرمایا: اگر چاہو تو دو رکعتیں پڑھو اور اگر چاہو تو چار پڑھو (ابن ابی شیبہ ۲/۴۵۲ ح ۸۱۹۲ وسندہ صحیح)
امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: '' **التقصير رخصة له في السفر ، فإن أتم الصلوٰة أجزأ عنه** '' سفر میں قصر کرنا رخصت ہے اور اگر کوئی پوری نماز پڑھے تو جائز ہے۔ (سنن الترمذی: ۵۴۴)
امام ترمذی سے امام شافعی تک، ان اقوال کی صحیح سندوں کے لئے دیکھیں کتاب العلل للترمذی مع الجامع (ص ۸۸۹) والحمد للہ (۲۷ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ)

ہر صدی میں مجدد والی حدیث

سوال: حدیث (ہر صدی کے سرے میں مجدد آئیں گے) اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے متن اور رجال کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ (آصف اقبال راولپنڈی 0300-5322830)
جواب: امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
حدثنا سليمان بن داود المهري :حدثنا ابن وهب :أخبرني سعيد بن أبي أيوب عن شراحيل بن يزيد المعافري عن أبي علقمة عن أبي هريرة - فيهما أعلم -عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها ، قال أبو داود رواه عبد الرحمن بن شريح الإسكندراني، لم يجزبه شراحيل '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر وہ انسان مبعوث فرمائے گا جو ان کے دین کی تجدید کرے گا۔
(کتاب الملاحم باب ۱ ح ۴۲۹۱)
اس روایت کی سند حسن ہے۔ اسے حاکم نے بھی عبداللہ بن وہب کی سند سے روایت کیا ہے (المستدرک ۴/۵۲۲ ح ۸۵۹۲)

اب اس سند کے راویوں کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

سلیمان بن داود المہری: ثقۃ (تقریب التہذیب:۲۵۵۱)

عبداللہ بن وہب: ثقۃ حافظ عابد (التقریب:۳۶۹۴) وکان یدلس

سعید بن ابی ایوب: ثقۃ ثبت (التقریب:۲۲۷۴)

شراحیل بن یزید: صدوق (التقریب:۲۷۶۳) من رجال صحیح مسلم

ابوعلقمۃ مولیٰ بنی ہاشم: ثقۃ (التقریب:۸۲۶۲)

یہ سند بالکل صحیح ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (دیکھئے الصحیحۃ:۵۹۹)

اس روایت کے متن میں کئی چیزیں تحقیق طلب ہیں:

ہر صدی کے سر (**علی رأس کل مائۃ**) سے کیا مراد ہے۔ صدی کے شروع والا حصہ یا صدی کے اختتام والا دور؟

راجح یہی ہے کہ صدی کے اختتام والا دور ہی مراد ہے دیکھئے عون المعبود (۴/۱۷۹)

صدی سے کیا مراد ہے؟ ہجرت والی صدی یا آپ کی وفات کے بعد والی صدی یا؟

جمہور یہی ہے کہ ہجرت والی صدی مراد ہے واللہ اعلم۔

تجدید کرنے والے سے کیا مراد ہے؟ مختلف فرقوں اور لوگوں نے اپنی اپنی پسندیدہ شخصیتوں کو تجدد کا تاج پہنا کر مجدد بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان لوگوں کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ فلاں شخص ضرور بالضرور مجدد تھا یا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری کے مجدد (سیدنا) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور دوسری صدی کے امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ ہیں، لیکن یہ سب دعوے بلا دلیل ہیں لہذا اس مسئلے میں مکمل سکوت میں ہی بہتری ہے۔

تنبیہ: بہت سے اہل بدعت (جو اپنے آپ کو اہل سنت، اہل توحید اور علمائے حق وغیرہ سمجھتے ہیں) یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ فلاں شخص چودھویں صدی کا مجدد تھا اور فلاں شخص فلانی صدی کا مجدد تھا، یہ سب دعوے جھوٹے اور مردود ہیں۔ حق یہ ہے کہ تجدید کرنے والا شخص کتاب وسنت واجماع کا عالم وعامل اور سلف صالحین کے فہم کو مدنظر رکھنے والا ہی ہوسکتا ہے۔ اللہ کے ہاں مجدد کون ہے یہ کسی کو پتا نہیں لہذا خواہ مخواہ قیاس آرائیاں کر کے اپنی مرضی کی شخصیات کو مجددیت کا تاج پہنا دینا بے دلیل اور مردود ہے۔ ایک عام کلرک کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ فلاں ملک کا بادشاہ ہے، اس بے چارے کے ساتھ سراسر مذاق ہے۔ **وما علینا إلا البلاغ** (۳ محرم ۱۴۲۷ھ)

انور اوکاڑوی کے جواب میں (۲)

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله الأمين، أمابعد:

اہلِ الحدیث اور سلفی العقیدہ علماء وعوام کے خلاف اوکاڑوی پارٹی کا سارا پروپیگنڈا درج ذیل اقسام پر مشتمل ہے:

اختلافی مسائل مثلاً فاتحہ خلف الامام، رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ۔

سوالات کرنا مثلاً کیا بھینس حلال ہے؟

طعن وتشنیع، کذب وافترا اور بہتان طرازی، مثلاً ''غیر مقلد'' و ''لا مذہب'' وغیرہ کہہ کر مذاق اڑانا اور یہ دعویٰ کرنا کہ اہلِ حدیث کا وجود انگریزوں کے دور سے ہے۔

وحید الزمان وغیرہ متروکین کے حوالے اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرنا۔

اب ان اقسام کا مختصر تعارف مع تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

اختلافی مسائل مثلاً فاتحہ خلف الامام، رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ۔

عرض ہے کہ اہلِ حدیث اور آلِ دیوبند کے درمیان اصل اختلاف یہ اختلافی مسائل نہیں ہیں بلکہ اختلاف کی بنیادی وجہ عقائد واُصول ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ اسی مضمون میں آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

فروعی اختلافی مسائل میں آلِ دیوبند کا اہلِ حدیث سے بحث ومناظرہ کرنا سرے سے مردود ہے۔

دلیل اول: اہلِ حدیث کے یہ تمام مسائل احادیثِ صحیحہ، آثارِ صحابہ، آثارِ تابعین اور ائمۂ کرام سے ثابت ہیں مثلاً فاتحہ خلف الامام صحیح حدیث سے ثابت ہے دیکھئے کتاب القرأت للبیہقی (ص ۶۴ ح ۱۲۱ وسندہ حسن، وقال البیہقی رحمہ اللہ: وھذا إسناد صحیح ورواتہ ثقات)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب امام سورہ فاتحہ پڑھے تو تُو بھی اسے پڑھ اور امام سے پہلے اسے ختم کرلے۔

(جزء القرأۃ للبخاری: ۲۸۳ وسندہ صحیح وقال النیموی فی آثار السنن: ۳۵۸ ''وإسنادہ حسن'')

حسن بصری (تابعی) نے فرمایا: امام کے پیچھے ہر نماز میں سورہ فاتحہ اپنے دل میں (سراً) پڑھ۔

(کتاب القرأۃ ص ۱۰۵ ح ۲۴۲ والسنن الکبریٰ ۲/ ۱۷۱ وسندہ صحیح)

امام اوزاعی رحمہ اللہ (فقیہ مشہور اور امام اہل الشام) نے فرمایا: امام پر یہ (لازم و) حق ہے کہ وہ نماز شروع کرتے وقت، تکبیر اولیٰ کے بعد سکتہ کرے اور سورہ فاتحہ کی قرأت کے بعد ایک سکتہ کرے تا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے سورہ فاتحہ پڑھ لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ (مقتدی) اسی کے ساتھ سورہ فاتحہ پڑھے اور جلدی پڑھ کر ختم کرلے پھر کان لگا کر سنے۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص ۱۰۶ ح ۲۴۷ وسندہ صحیح)

امام شافعی رحمہ اللہ (فقیہ مشہور وامام من الائمۃ الأربعۃ عندھم) فرماتے ہیں کہ:

سی آدمی کی نماز جائز نہیں ہے جب تک وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھ لے۔ چاہے وہ امام ہو یا مقتدی، امام جہری
اءت کررہا ہو یا سری، مقتدی پر یہ لازم ہے کہ سری اور جہری (دونوں نمازوں) میں سورۂ فاتحہ پڑھے۔''
(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۲ ص ۵۸ ح ۹۲۸ وسندہ صحیح)

قول کے راوی ربیع بن سلیمان المرادی نے کہا: ''یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا آخری قول ہے جو ان سے سنا گیا''
معرفۃ السنن والآثار ۲/۵۸) اس آخری قول کے مقابلے میں کتاب الام وغیرہ کے کسی مجمل ومبہم قول کا کوئی اعتبار
ں ہے بلکہ اسے اس صریح نص کی وجہ سے منسوخ سمجھا جائے گا۔ لہذا دیوبندیوں کا ان اختلافی مسائل میں
ل حدیث پر حملے کرنا اور طعن وتشنیع کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

ل دوم: دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) برحق ہیں۔ جن اختلافی
ائل کی وجہ سے یہ لوگ اہلِ حدیث پر اعتراضات کرتے ہیں، یہ تمام مسائل شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں سے ثابت
ں والحمدللہ۔

لاً شافعیہ مسبوق کی تخصیص کے ساتھ فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کے قائل ہیں (دیکھئے کتاب الفقہ علی المذاہب
ربعۃ ج ۱ ص ۲۲۹)

عی حضرات رفع یدین کے قائل ہیں (دیکھئے عبدالرحمٰن الجزیری کی الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ج ۱ ص ۲۵۰)
فعیہ وحنابلہ کا اتفاق ہے کہ سری نماز میں سری آمین اور جہری نماز میں جہری آمین کہنا چاہئے (دیکھئے الفقہ
ل المذاہب الأربعۃ ج ۱ ص ۲۵۰)

ی حال دوسرے مسائل کا ہے۔ اس کے باوجود آلِ دیوبند اپنے عوام کو یہ کہہ کر دھوکا دیتے ہیں کہ: ''یہ غیر مقلدین کا
لک ہے اور یہ غیر مقلدین کا مذہب ہے''
اف کا تقاضا یہ ہے کہ جس بات کو وہ حق سمجھتے ہیں اس پر بالکل اعتراض نہ کریں۔

سوالات کرنا مثلاً کیا بھینس حلال ہے؟ مثلاً دیکھئے امین اوکاڑوی کا رسالہ ''غیر مقلدین سے دوسو سوالات''
۱۶۲ اص ۳۷) ومجموعہ رسائل (ج ۱ ص ۴۰۵ طبع اکتوبر ۱۹۹۱ء)

قسم کے سوالات سے اوکاڑوی پارٹی کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث غیر مکمل ہے (!) اور اسے دیوبندی علماء نے
ر مکمل کیا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

پر (تمام مسلمانوں کا) اجماع ہے بھینس گائے کے حکم میں ہے (الاجماع لابن المنذر: ۹۱)
ت کے اس اجماع کے خلاف اوکاڑوی اعتراضات کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

کاڑوی پارٹی والے مختلف باطل شرطوں کے ساتھ سوالات گھڑ کر اہلِ حدیث سے جوابات پوچھتے رہتے ہیں۔
ن اوکاڑوی صاحب بذاتِ خود فرماتے ہیں کہ: ''مدعی سے خاص دلیل کا مطالبہ کرنا کہ یہ خاص قرآن سے دکھاؤ یا
ص ابوبکرؓ وعمر فاروقؓ کی حدیث دکھاؤ یا خاص فلاں فلاں کتاب سے دکھاؤ یہ محض دھوکا اور فریب ہے''

(مجموعہ رسائل ج۱ص۱۹۷ تحقیق مسئلہ رفع یدین ص۲۱)

اڑوی صاحب اپنے ایک ''حضرت'' سے نقل کرتے ہیں کہ: ''فرمایا مدعی سے بھی دلیل کا مطالبہ تو کیا جا سکتا ہے مگر
ل خاص کا مطالبہ جائز نہیں ہوتا۔ یہ تو کافروں کا طریقہ تھا.....''

(مجموعہ رسائل ج۴ص۱۲۰ مطبوعہ نومبر ۱۹۹۵ء مضمون: میں حنفی کیسے بنا؟)

اڑوی صاحب کی ان عبارتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اب دل تھام کر ان کا اہلِ حدیث سے پہلا سوال سنیں۔

کیا قرآن پاک میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالترتیب وبالتفصیل موجود ہے؟''

جموعہ رسائل ج۱ص۳۷۳، غیر مقلدین سے دوسو سوالات ص۵، سوال نمبر۱)

ب اگر کوئی اہلِ حدیث قرآن مجید سے نماز کا مکمل طریقہ بالترتیب وبالتفصیل ثابت نہیں کر سکے گا تو دیوبندیوں کی فتح
جائے گی، پھر نعرے بلند ہوں گے کہ نعرۂ تکبیر، اوکاڑوی صاحب زندہ باد !! حالانکہ اوکاڑوی صاحب بذاتِ خود
قسم کے سوالات کو ''کافروں کا طریقہ'' قرار دے چکے ہیں۔

طعن وتشنیع، کذب وافترا اور بہتان طرازی، مثلاً ''غیر مقلد'' و''لا مذہب'' وغیرہ کہہ کر مذاق اُڑانا اور یہ دعویٰ
رنا کہ اہلِ حدیث کا وجود انگریزوں کے دور سے ہے۔

ن وتشنیع، کذب وافترا اور بہتان طرازی کا تو دیوبندیوں کو، مرنے کے بعد حساب دینا پڑے گا، ان شاء اللہ۔

بندیوں کے ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے۔'' (مجالس حکیم الامت ص۳۴۵)

اربعہ کے بارے میں طحطاوی حنفی فرماتے ہیں کہ: '' **وهم غير مقلدين** ''اور وہ غیر مقلدین تھے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار ج۱ص۵۱)

لوم ہوا کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ''غیر مقلد'' کہہ کر مذاق اُڑانے والے دراصل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر حملہ کرتے ہیں
ونکہ امام صاحب ان کے نزدیک بھی غیر مقلد تھے۔

امین ابن عابدین شامی نے لکھا ہے کہ:

الوا: **العامي لا مذهب له بل مذهبه مذهب مفتيه..** ''انہوں نے کہا: عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا بلکہ اس کا
ی مذہب ہوتا ہے جو اس کے مفتی کا مذہب ہوتا ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار ج۳ص۲۰۹ مطبوعہ: المکتبۃ الرشیدیہ، کوئٹہ بلوچستان)

ن عابدین کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام دیوبندی مقلدین لامذہب ہیں۔

ہنا کہ ''اہلِ حدیث کا وجود انگریزوں کے دور سے ہے۔'' بہت بڑا جھوٹ ہے۔ اس کی تردید کے لئے یہی کافی ہے
مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

قریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہلِ حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلافِ انظار کے پیشِ نظر

نچ مکاتیبِ فکر قائم ہو گئے ہیں یعنی مذاہب اربعہ اور اہلِ حدیث۔ اسی زمانے سے لے کر آج تک انہی پانچ طریقوں
ں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا'' (احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۶)
ں دیوبندی عبارت سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث کا وجودِ مسعود ۱۰۱ھ یا ۲۰۱ھ سے روئے زمین پر ہے والحمدللہ۔
تی کفایت اللہ دیوبندی لکھتے ہیں کہ:
جواب۔ ہاں اہلِ حدیث مسلمان ہیں اور اہلِ سنت والجماعت میں داخل ہیں، ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا
ست ہے۔ محض ترکِ تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہلِ سنت والجماعۃ سے تارکِ تقلید باہر ہوتا ہے۔''
(کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۵ جواب نمبر: ۳۷۰)
لوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی اہلِ حدیث اہلِ سنت ہیں اور یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ اہلِ سنت کا وجود
عود، انگریزوں کے دور سے بہت پہلے کا ہے۔
سری طرف خود دیوبندیوں کا وجود نامسعود ۱۸۶۷ عیسوی، انگریزی دور میں مدرسہ دیوبند کے آغاز سے ہے جس کی
محمد قاسم نانوتوی صاحب نے مَنے شاہ کے ذریعے رکھی تھی۔ جو لوگ بذاتِ خود انگریزی دور کی پیداوار ہیں وہ اب
ں حدیث کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔
ے چند حوالے پیش خدمت ہیں جن سے آلِ دیوبند کا انگریز نواز ہونا ثابت ہوتا ہے اور پوری جماعتِ آلِ دیوبند اپنے
ان حوالوں کے جواب سے صمٌ بکمٌ ہو کر عاجز ہے۔
الہ نمبر ۱: انگیریز سرکار کے ساتھ محمد قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے تعلقات کے بارے میں عاشق
ی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں: ''جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت
ہے'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۹)
ق وسباق سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں ''مہربان سرکار'' سے مراد انگریز سرکار ہے۔
الہ نمبر ۲: دیوبندیوں کے مولوی فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں کہا: ''لڑنے کا کیا فائدہ خضر
کو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔'' (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۰۳، علماء ہند کا شاندار ماضی ج ۴ ص ۲۸۰)
الہ نمبر ۳: لفٹنٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے مدرسہ دیوبند کے بارے میں کہا:
یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے''
(محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری ص ۲۱۷، فخر العلماء ص ۶۰)
الہ نمبر ۴: محمد احسن نانوتوی نے ۱۸۵۷ء کو تقریر کرتے ہوئے انگریزی حکومت کے بارے میں مسلمانوں کو بتایا
ہ: ''حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے'' (محمد احسن نانوتوی ص ۵۰)
الہ نمبر ۵: اشرف علی تھانوی دیوبندی نے فرمایا:
یک شخص نے مجھ سے دریافت کیا تھا اگر تمہاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے میں نے کہا

محکوم بنا کر رکھیں کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم ہی بنا کر رکھیں گے مگر ساتھ ہی اس کے نہایت راحت اور آرام
ے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے......'' (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۵۵ ملفوظ: ۱۰۷)
لوم ہوا کہ انگریزوں نے دیوبندیوں کو (بہت) آرام پہنچایا ہے۔ یہ کیوں پہنچایا ہے؟ اس کا جواب شاید انوراوکاڑوی
حب دے دیں۔!!

وگ بذاتِ خود ملکہ وکٹوریہ کے ایجنٹ تھے ان کے پیروکار ''چور مچائے شور: چور چور'' کے اصول کے پیشِ نظر
ِ حدیث کو انگریزی دور کی پیداوار کہہ رہے ہیں۔ کچھ تو شرم کریں۔!

وحید الزمان وغیرہ متروکین کے حوالے اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرنا۔

ں نے ''متروکین'' اس وجہ سے لکھا ہے کہ امین اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:
کیونکہ نواب صدیق حسن خاں، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزماں، میر نور الحسن، مولوی محمد حسین اور مولوی ثناء اللہ
رہ نے جو کتابیں لکھی ہیں، اگرچہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن وحدیث کے مسائل لکھے ہیں لیکن غیر مقلدین کے
م فرقوں کے علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں بلکہ برملا تقریروں میں کہتے ہیں کہ
ں کتابوں کو آگ لگا دو۔'' (مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۲۲، تحقیق مسئلہ تقلید ص ۶)

عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میاں نذیر حسین وغیرہ میرے نزدیک متروک ہیں۔ اس عبارت کا صرف یہ مطلب ہے
اوکاڑوی کے نزدیک وحید الزمان اور صدیق حسن خان کے تمام حوالے اہلِ حدیث علماء اور اہلِ حدیث عوام کے
یک بالاتفاق غلط اور مسترد ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اوکاڑوی پارٹی والے ان حوالوں کو اہلِ حدیث کے خلاف پیش
تے ہیں۔!

رئین کرام! مسلک اہلِ حدیث قرآن وحدیث پر سلف صالحین کے اتفاقی فہم کی روشنی میں عمل کرنے کا نام ہے۔
آن وحدیث سے اجماعِ امت کا حجت ہونا ثابت ہے لہذا اجماع شرعی حجت ہے۔ قرآن وحدیث سے اجتہاد کا جواز
ت ہے لہذا اجتہاد کرنا اور اپنے اجتہاد پر عمل کرنا جائز ہے۔ اہلِ حدیث کے نزدیک کتاب وسنت اور اجماع کے
ریح مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے۔

ِ حدیث اپنے علمائے کرام کا احترام کرتے ہیں لیکن انہیں معصوم نہیں سمجھتے۔ ایک مشہور اہلِ حدیث عالم علی محمد سعیدی
حب نے لکھا ہے کہ:
صول کی بنا پر اہلِ حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افرادِ امت کے فتاویٰ، ان کے
لات کو کتاب وسنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ترک کرے، علمائے حدیث کے
ویٰ، ان کے مقالہ جات بلکہ دیگر علمائے امت کے فتاویٰ اسی حیثیت میں ہیں۔''

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱ ص ۶)

سنہری اصول سے ثابت ہوا کہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ وغیرہ کے فتاویٰ کو اہلِ حدیث کے خلاف پیش

کہنا غلط ہے۔ اہلِ حدیث حق پرست تو ہیں لیکن اکابر پرست، قبر پرست اور خود پرست نہیں۔ اہلِ حدیث کے نزدیک علمائے کرام کا وہ مقام نہیں جو دیوبندیوں نے اپنے علماء و اکابر کو دے رکھا ہے۔ اب آلِ دیوبند کے چند حوالے سن لیں۔

عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

''اللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے'' (تذکرہ الرشید ج ۱ ص ۱۱۳)

دیوبندی تبلیغی جماعت کے ''شیخ الحدیث'' زکریا صاحب نے اپنے دو بزرگوں رائے پوری اور مدنی صاحب کے بارے میں کہا:

''میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ دونوں کی جوتیوں کی خاک اپنے سر میں ڈالنا باعثِ نجات اور فخر اور موجبِ عزت سمجھتا ہوں۔'' (آپ بیتی ج ۱ ص ۴۵۹)

دیوبندی تبلیغی جماعت کے بانی الیاس صاحب کی نانی کے بارے میں عزیز الرحمٰن دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''جس وقت انتقال ہوا تو ان کپڑوں میں جن سے آپ کا پاخانہ لگ گیا تھا عجیب وغریب مہک تھی کہ آج تک کسی نے ایسی خوشبو نہیں سونگھی۔'' (تذکرہ مشائخ دیوبند، حاشیہ ص ۹۶)

عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

''جوڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دیئے جاتے تھے تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی مہک پھوٹتی تھی کہ ایک دوسرے کو سنگھاتا اور ہر مرد وعورت تعجب کرتا تھا چنانچہ بغیر دھلوائے ان کو تبرک بنا کر رکھ دیا گیا۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۹۶، ۹۷)

مسلمانو دیکھو! دیوبندی مذہب والے لوگ کتنے بڑے اکابر پرست ہیں کہ اپنے ایک بزرگ کی نانی کے پاخانے، ٹٹی کو سونگھتے، سنگھاتے ہیں اور تبرک بنا کر رکھ دیتے ہیں۔

اوکاڑوی صاحب اور تمام آلِ دیوبند سے سوال ہے کہ کیا انہوں نے بھی یہ تبرک سونگھا سنگھایا ہے اور کیا اس تبرک میں سے انہیں بھی کچھ حصہ ملا ہے؟

اہلِ حدیث کے نزدیک سید نذیر حسین دہلوی ہوں یا ثناء اللہ امرتسری، شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہوں یا حافظ ابن القیم، امام بخاری ہوں یا امام مسلم، ثقہ بالاتفاق امام زہری ہوں یا امتِ مسلمہ کا کوئی بھی بڑے سے بڑا عالم (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) ان سے ہم محبت کرتے ہیں، جائز عقیدت رکھتے ہیں لیکن ان کی تقلید نہیں کرتے، اندھی عقیدت نہیں رکھتے، ان کے نام پر فرقہ وارانہ مذاہب نہیں بناتے اور نہ شخصیت پرستی کرتے ہیں۔ ان کے اقوال و تحقیقات اگر کتاب وسنت و اجماع کے مطابق ہوں تو سر آنکھوں پر، اور اگر خلاف ہوں تو ان اقوال و تحقیقات کو رد کر کے دیوار پر مار دیتے ہیں۔

ہمارا منہج، مسلک، مذہب، عقیدہ اور طرزِ عمل انتہائی سیدھا سادہ ہے۔ قرآن، حدیث اور اجماع پر سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں عمل اور عند الضرورت اجتہاد جائز، لیکن اس اجتہاد کو دائمی اور قانونی شکل نہیں دی جائے گی۔

میں بذاتِ خود پٹھانوں کے ایک غیر اہلِ حدیث خاندان سے تعلق رکھتا ہوں، میں جب چھوٹا نابالغ بچہ تھا تو میرا ایک رشتہ دار، جو ہمارے گاؤں میں دیوبندیوں کا سردار، سخت انتہا پسند تبلیغی ہے، اُس نے امام بخاری رحمہ اللہ کو ماں، بہن کی

یاں دی تھیں۔ صحیح بخاری کی محبت نے مجھے کھینچ لیا اور میں نے مسلک اہلِ حدیث قبول کرلیا، مجھ پر قاتلانہ حملے
نے والوسُن لو! جب تک میری جان میں جان ہے، جسم میں روح ہے، ہاتھ، زبان، آنکھ، کان اور دماغ کی طاقت
میں قرآن وحدیث اور اجماع کا دفاع کرتا رہوں گا، مسلکِ اہلِ حدیث کا دفاع کرتا رہوں گا۔ **إن شاء اللّٰہ**
اللہ رحمٰن ورحیم نے میرے گناہ معاف فرمادیئے، مجھے جہنم کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کردیا تو پھر میرے
ے کامیابی ہی کامیابی ہے۔ **اللھم اغفر وارحم**
اور پاخانے کو تبرک بنا کر رکھنے والے دیوبندیو! تم اہلِ حدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ **والحمد للّٰہ علی ذلك**

بیہ بلیغ: میرے نزدیک اگر کوئی دیوبندی وغیرہ اہلِ حدیث ہوجائے تو صرف یہ ہوجانا مسلکِ اہلِ حدیث کے
ی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ کوئی اہلِ حدیث بنے یا نہ بنے مسلک اہلِ حدیث حق ہے اور یہی طائفہ منصورہ ہے۔
وں کا مذاہب ومسالک تبدیل کرنا کبھی کسی مسلک کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہوتا۔

پ نے اہلِ حدیث کے خلاف دیوبندی پروپیگنڈے کی اقسام پر تبصرہ پڑھ لیا اب ''اہلِ حدیث اور دیوبندیوں کے
یان اصل اختلاف کیا ہے'' پیشِ خدمت ہے۔

و! اہلِ حدیث کا دیوبندیوں کے ساتھ اصل اختلاف: فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر، سینے پر ہاتھ باندھنا
قیام اللیل (تراویح) پر نہیں ہے اور قطعاً نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف اصل اختلاف عقائد واصول میں ہے۔ اس کی
صیل تو میری کتاب ''اکاذیب آلِ دیوبند'' میں ہے تاہم فی الحال دس مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔

دیوبندیوں کے پیر اور سید الطائفۃ الدیوبندیہ حاجی امداد اللہ صاحب اپنے اشعار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے
اتے ہیں:

یا رسولِ کبریا فریاد ہے یا محمدؐ مصطفیٰ فریاد ہے
پ کی امداد ہو میرا یا نبیؐ حال ابتر ہوا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے مرے مشکل کشا فریاد ہے ''

(کلیاتِ امدادیہ ص ۹۰، ۹۱ نالۂ امداد غریب ص ۴، ۵)

بارت اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ حاجی صاحب ـــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''مشکل کشا'' کہتے اور سمجھتے ہیں اور آپ کی
ت کے بعد آپ کو مدد کے لئے پکار رہے ہیں۔ حاجی صاحب کا یہ عقیدہ ﴿وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ اور اے اللہ ہم
رسے ہی مدد مانگتے ہیں (الفاتحہ: ۵) کے سراسر خلاف ہے پھر بھی اشرف علی تھانوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ:
حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہی عقائد ہیں جو اہلِ حق کے ہیں'' (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۷۰)
ید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ:
ہم تو حضرت حاجی صاحب کو ایسا سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی یوں کہے کہ حضرت حاجی صاحب کی پیدائش سے پہلے اور آسمان

ن تھے۔ خدا تعالیٰ نے حاجی صاحب کی خاطر سے نیا آسمان اور نئی زمین پیدا فرمادی تو ہم اس کا بھی یقین کرلیں۔
تو حاجی صاحب کو ایسا سمجھتے ہیں۔'' (حسن العزیز/ملفوظات اشرفیہ ج ۱ ص ۵۴۲)
ی محمد طیب دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ:
حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ، جو گویا پوری اس جماعت دیوبند کے شیخ طائفہ ہیں''
(خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۰۶)

لویوں پر مشرک کا فتویٰ لگانے والو کیا کبھی اپنے گھر کی بھی خبر لی ہے؟
ی امداد اللہ صاحب بھی رسول اللہ ﷺ کو مشکل کشا کہہ کر مدد کے لئے پکارتے ہیں اور آلِ بریلی بھی اسی عقیدے
امزن ہیں۔

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ:
س مرتبہ میں خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اس تک پہونچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس مقام کو
رخ البرازخ کہتے ہیں......'' (کلیات امدادیہ ص ۳۵، ۳۶ وضیاء القلوب ص ۲۸، ۲۹)
س کتاب میں پورے سیاق وسباق کے ساتھ یہ عبارت پڑھ لیں۔ اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ حاجی صاحب
یہ عقیدہ ہے کہ بندہ برزخ البرازخ کے مقام پر پہنچ کر ''باطن میں خدا ہو جاتا ہے''
ے کا خدا ہو جانا قرآن کی کس آیت، نبی کریم ﷺ کی کس حدیث یا کس دلیل سے آلِ دیوبند نے بنایا ہے۔ جن
وں نے اللہ کے بندوں میں سے بعض کو اللہ کا جزء بنایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا
يْرًا﴾ اللہ پاک اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ لوگ (اس کے بارے میں) کہتے ہیں (بنی اسرآئیل: ۴۳) نیز
یکھئے سورۃ الاعراف (آیت نمبر: ۱۹۰)

دیوبندی مذہب کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب، نبی کریم ﷺ کو پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار''
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا — بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار''

(قصائد قاسمی ص ۸)

رجاؤ خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ — جو تُو ہی ہاتھ لگائے تو ہووے بیڑا پار''

(قصائد قاسمی ص ۹)

اشعار میں نانوتوی صاحب یہ عقیدہ بتا رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی بھی نانوتوی صاحب کا حامی کار نہیں
لہذا وہ نبی ﷺ کو مافوق الاسباب پکار رہے ہیں کہ میری مدد کریں، میری کشتی کو کنارے لگادیں۔
نانوتوی صاحب وہی ہیں جو لکھتے ہیں کہ:
بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''

(تحذیر الناس ص ۳۴ مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی نمبرا)

اس کی تاویل میں نانوتوی وغیرہ کے جتنے بھی دوسرے اقوال پیش کریں یہ عبارت اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ توی صاحب کے نزدیک نبی ﷺ کی وفات کے بعد بالفرض اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے تو ختمِ نبوت میں کوئی فرق ں آئے گا۔ یہ ہے وہ طریقۂ استدلال جو مرزائی مذہب والے لوگ دن رات پیش کر رہے ہیں۔ عرض ہے کہ نبی پیدا نے والی بات کہاں سے آگئی؟ ''لا نبي بعدي'' وغیرہ نصوص شرعیہ کی رُو سے کسی نبی کا پیدا ہونا محال اور ناممکن ے۔ اگر معاذ اللہ ان تمام نصوصِ شرعیہ کو رد کر کے کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ دوسرا نبی پیدا ہو سکتا ہے یا کسی نبی کے پیدا نے کے باوجود بھی ختمِ نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا تو عرض ہے کہ فرق بالکل آتا ہے، اس قول سے تو ختمِ نبوت والا یدہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ''اگر بالفرض اللہ کا کوئی شریک پیدا ہو جائے تو توحید میں کوئی فرق نہیں ئے گا۔'' تو ہم کہتے ہیں کہ یہ شخص بالکل جھوٹا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ کہ ''اللہ کا شریک پیدا ہو جانے سے توحید میں کوئی ق نہیں آئے گا'' بالکل جھوٹ اور باطل ہے۔ اس طرح تو توحید سرے سے ہی ختم ہو جائے گی اور ساری کائنات فساد ہی کا شکار ہو جائے گی۔

ں طرح اللہ کا کوئی شریک نہیں، شریک کا پیدا ہونا محال، ناممکن اور باطل ہے اسی طرح نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ں ہوگا۔ نبی کا پیدا ہونا محال، ناممکن اور باطل ہے۔

۔ دیوبندی مذہب کے تیسرے بڑے ''امام'' رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ:

یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں، کچھ نہیں ہوں۔ تیرا ہی ظل ہے، تیرا ہی وجود ہے ں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں۔ اور وہ جو میں ہوں وہ تُو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ......''

(فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۸/۱۹۸ واللفظ لہ، مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰)

ں عبارت میں گنگوہی صاحب نے صاف صاف یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ: ''یا اللہ.... اور وہ جو میں (یعنی گنگوہی) ہوں و (یعنی اللہ) ہے اور میں اور تُو (کہنا) خود شرک در شرک ہے۔''

وم ہوا کہ گنگوہی صاحب اپنے آپ کو خُدا سمجھتے تھے۔ وہ گنگوہی اور خُدا میں فرق کرنا شرک سمجھتے تھے۔ **فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ**

۔ عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی اپنے ''امام ربانی'' رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

جس زمانہ میں مسئلہ امکان کذب پر آپ کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا ہے۔ سائیں توکل شاہ حب نے گردن جھکا لی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر مُنہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے لوگو تم کیا سمجھتے یں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا دیکھ رہا ہوں۔'' (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۲۲)

ں عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ گنگوہی صاحب امکان کذبِ باری تعالیٰ (یعنی دیوبندیوں کے نزدیک: اللہ جھوٹ ں سکتا ہے) کا عقیدہ رکھتے تھے۔ امکان کا مطلب ہے ہوسکنا، اور کذب کا معنی جھوٹ ہے، باری تعالیٰ، اللہ کو کہتے یں۔ یہاں خلف وعید کا مسئلہ نہیں بلکہ امکانِ کذب کا مسئلہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ اور اللہ سے کس کا قول سچا ہے (النسآء:۱۲۲)

ان لوگوں کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ امکانِ کذب باری تعالیٰ کا باطل اور گستاخانہ عقیدہ اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں۔

۔ دیوبندی مذہب کے ایک بڑے بزرگ ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''دستگیری کیجئے میرے نبی — کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ — فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی''

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۱۹۴)

درج ذیل اشعار میں تھانوی صاحب اپنے پیر حاجی امداد اللہ صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اپنے پیر نور محمد جھنجھانوی کو ان الفاظ میں پکارتے ہیں:

'' آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا — تم سوا اوروں سے ہر گز نہیں ہے التجا

بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا — آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہِ نور محمدؒ وقت ہے امداد کا ''

(امداد المشتاق ص ۱۱۶ فقرہ: ۲۸۸ نیز دیکھئے شمائم امدادیہ ص ۸۳، ۸۴)

معلوم ہوا کہ دیوبندی اکابر کے نزدیک دنیا میں آسرا صرف نور محمد جھنجھانوی ہے۔ وہ دنیا میں اور قیامت کے دن بھی امداد کے لئے صرف اسے ہی پکاریں گے۔!

۔ اشرف علی تھانوی صاحب اپنی ایک مشہور کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔'' (حفظ الایمان ص ۱۳)

اس انتہائی دل آزار عبارت میں ''ایسا علم غیب'' کے لفظ سے کیا مراد ہے، اس کی تشریح میں حسین احمد ٹانڈوی مدنی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ ہے'' (الشہاب الثاقب ص ۱۰۳)

معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب نے نبی ﷺ کے علم کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔ معاذ اللہ،

یاد رہے کہ اس صریح گستاخی سے تھانوی صاحب کا توبہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

۔ دیوبندیوں کا مشہور مناظر محمد امین اوکاڑوی ایک حدیث کا مذاق اُڑاتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''لیکن آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔'' (تجلیات صفدر ج ۵ ص ۴۸۸ غیر مقلدین کی غیر مستند نماز: ۱۹۶)

عبارت میں نبی کریم ﷺ کی سخت گستاخی کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ ''تجلیات صفدر'' نام والی کتاب اوکاڑوی صاحب کی اجازت اور دستخطوں کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اس خبیث عبارت سے اوکاڑوی صاحب کا توبہ کرنا ثابت نہیں ہے۔ اس عبارت کو کاتب کی غلطی قرار دینا بھی غلط اور باطل ہے۔

نبی کریم ﷺ بعض اوقات سری نمازوں میں بھی ایک دو آیتیں جہر کے ساتھ پڑھ دیتے تھے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اس کی تشریح میں اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ:

اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق وشوق کی حالت غالب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اس کو خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے۔'' (تقریر ترمذی ص ۷۱ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

کہنا کہ نبی ﷺ کو خبر نہیں رہتی تھی کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور اس حالتِ ذوق وشوق میں آپ ایک دو آیتیں جہراً پڑھ دیتے تھے، آپ کی صریح گستاخی ہے۔

سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ سے عراق تشریف لے گئے تو آپ کو کربلا میں انتہائی ظالمانہ طریقے سے شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ان لوگوں پر لعنت ہو جنہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا یا شہید کرنے میں کسی قسم کی بھی مدد و تعاون کیا۔

حسین نیلوی دیوبندی لکھتا ہے کہ:

ایسے تو پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنرل ضیاء الحق ہی اچھا رہا کہ جب بھی اسے کوئی مہم پیش آتی تو سیدھا مکہ شریف جا پہنچتا اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں کرتا...'' (مظلوم کربلا ص ۱۰۰)

کہنا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے تو جنرل ضیاء الحق ہی اچھا تھا، مسلمانوں کے محبوب امام اور نواسۂ رسول کی صریح گستاخی ہے۔

میں نے یہ جتنے حوالے پیش کئے ہیں دیوبندیوں کی اصل کتابوں سے خود نقل کر کے پیش کئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار حوالے ہیں جن میں سے بعض کے لئے میری کتاب ''اکاذیب آلِ دیوبند'' کا مطالعہ مفید ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ دیوبندیوں کے عقائد سراسر کتاب وسنت کے خلاف ہیں اور باطل ہیں۔

دیوبندی حضرات فروعی مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کا بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرتے ہیں جیسا کہ محمود الحسن دیوبندی ایک شخص کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ:

آپ ہم سے وجوب تقلید کی دلیل کے طالب ہیں۔ ہم آپ سے وجوب اتباع محمدی ﷺ، و وجوب اتباع قرآنی کی سند کے طالب ہیں (ادلۂ کاملہ ص ۷۸)

محمود الحسن صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے۔'' (ایضاح الادلہ ص ۲۷۸)

ایسے ہی مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

فلہذا ہمارا فتویٰ اور عمل قول امام رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہی رہے گا۔ اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں

مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے۔'' (ارشاد القاری ص ۴۱۲)
معلوم ہوا کہ دیوبندی مقلدین کے نزدیک ادلۂ اربعہ (قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد) حجت نہیں ہے اور نہ ان سے استدلال جائز ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ فروعی اور فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کا دعویٰ کرنے والو کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ کیا تمہارے عقائد ونظریات بھی امام صاحب کے مطابق ہیں یا نہیں؟
کیا امکانِ نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور امکانِ کذب باری تعالیٰ کے گندے عقیدے امام صاحب سے بھی ثابت کر سکتے ہو؟
کچھ تو غور کرو!

آخر میں اہلِ حدیث بھائیوں کی خدمت میں عرض ہے کہ دیوبندیوں کے ساتھ ہمارا اصل اور بنیادی اختلاف نماز روزے کے مسائل میں بالکل نہیں ہے بلکہ اصل اختلاف عقیدے، ایمان اور اصول میں ہے لہٰذا ان لوگوں سے آپ صرف درج ذیل موضوع پر ہی بات کیا کریں۔

☆ عقائد علمائے دیوبند

آپ دیکھیں گے کہ دیوبندی حضرات کس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔ یہ لوگ زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں مگر اپنے عقائد قرآن وحدیث واجماع بلکہ اپنے مزعوم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ **ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً**
اگر یہ لوگ آپ سے سوال کریں تو صاف کہہ دیں کہ ایک سوال کرو، ایک سوال ہم کریں گے۔ تم جواب دو اور ہم جواب دیں گے۔ وما علینا إلا البلاغ (۹ محرم ۱۴۲۷ھ)

کمپوزنگ کی غلطیاں

تمام قارئین کو اطلاع دی جاتی ہے کہ الحدیث: ۲ کا شمارہ استادِ محترم حافظ زبیر علی زئی کی غیر موجودگی میں چھپا تھا جس میں کمپوزنگ کی غلطی سے یہ عبارت چھپ گئی: ''قرآن کی خوب تلاوت کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کی تعظیم کرو۔'' (ص ۴۸)
صحیح عبارت درج ذیل ہے:
''قرآن کی خوب تلاوت کرو، قرآن کی تعظیم کرو'' اس میں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' کے الفاظ نہیں ہیں لہٰذا اس اضافہ حذف سمجھا جائے۔ ہم اس مطبعی خطا پر اللہ تعالیٰ سے معافی کے طلب گار ہیں۔
دیوبندی مکتبہ رحمانیہ لاہور کی شائع کردہ صحیح مسلم میں غلطی سے ''اللہ کی پشت پر'' چھپ گیا ہے (ج ۳ ص ۱۸۹ ح ۴۸۸۹)
یہ عبارت کمپوزنگ کی غلطی ہے، صحیح یہ ہے کہ ''اس کی پشت پر'' اس سے مراد گھوڑا ہے۔
وما علینا إلا البلاغ (۱۴ محرم ۱۴۲۷ھ) حافظ شیر محمد حضرو

حافظ زبیر علی زئی

طاہر القادری صاحب اور رفع یدین کا مسئلہ

حمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الأمین، أما بعد:

ی ایچ ڈی'' والے ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے'' المنہاج السوی من الحدیث النبوی '' کے نام سے
کتاب لکھی ہے جس میں بریلوی مسلک کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۲۳ پر انہوں
''تکبیر اولیٰ کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا بیان'' کا عنوان مقرر کر کے رفع یدین کے خلاف چودہ (۱۴)
یات مع حوالہ پیش کی ہیں۔ (ص ۲۲۳ تا ۲۲۹) اس مضمون میں ان روایات پر تبصرہ و تحقیق پیش خدمت ہے۔

بیہ: عربی عبارات اور بہت سی تخریجات کو اختصار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، صرف روایت نمبر: ۲۵۹/۱۲ کو مع
بی عبارت نقل کیا گیا ہے۔

ہر القادری صاحب کی پہلی دلیل (۲۴۸/۱): ''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
تھ بصرہ میں نماز پڑھی تو انہوں نے ہمیں وہ نماز یاد کروادی جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔
وں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اٹھتے اور جھکتے تو تکبیر کہا کرتے تھے'' (صحیح بخاری: ۱/۱۰۷ ح ۷۵۱....)

سرہ: ہمارے نسخہ میں اس روایت کا نمبر ۷۸۴ ہے۔ اس حدیث میں رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں
صرف یہی مسئلہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سجدوں میں) اٹھتے اور جھکتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے۔ تمام
ل حدیث کا اس مسئلے پر عمل ہے والحمد للہ

ں روایت میں پہلے رفع یدین کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ اصول میں یہ مسئلہ مقرر ہے کہ ایک روایت میں ذکر ہو اور
سری میں ذکر نہ ہو تو عدمِ ذکر نفیِ ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

ی الترکمانی (حنفی) لکھتے ہیں کہ: ''ومن لم یذکر الشيء لیس بحجۃ علی من ذکرہ'' اور جو شخص ذکر نہ
ے اس کی بات اس پر حجت نہیں ہے جو ذکر کرے (الجوہر النقی ج ۴ ص ۳۱۷)

رضا خان بریلوی لکھتے ہیں کہ: ''اور آگاہی رکھنے والے، آگاہی نہ رکھنے والوں کی بنسبت فیصلہ کن ہوتے ہیں۔
للہ اعلم'' (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۰۸ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

طرح اس روایت کو تکبیر اولیٰ والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے اسی طرح اسے رکوع سے پہلے اور رکوع
ے بعد والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا بھی غلط ہے، نیز دیکھئے تیسری دلیل (۲۵۰/۳) مع تبصرہ۔

سری دلیل (۲۴۹/۲): ''حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھایا کرتے
ے، وہ جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے میری نماز

ول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔'' (صحیح بخاری: ۱/۱۲۷ح ۷۸۵ وصحیح مسلم: ۱/۲۹۳ح ۳۹۲ ...)

مرہ: یہ روایت صحیح بخاری والے ہمارے نسخہ میں نمبر ۷۸۵ پر ہے۔ صحیح مسلم کے دارالسلام والے نسخہ میں اس کا
۸۶۷ ہے۔

روایت میں بھی رفع یدین کے نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ (سجدوں میں) جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہنے کا ذکر
ے لہذا اس روایت کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔

ئدہ: عطاء (بن ابی رباح) فرماتے ہیں کہ: میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ (نماز کے لئے)
یر کہتے وقت، اور رکوع کرتے وقت (اور رکوع سے اُٹھتے وقت) رفع یدین کرتے تھے (جزء رفع الیدین للبخاری
یقی: ۲۲ وسندہ صحیح)

سری دلیل (۲۵۰/۳): ''حضرت مطرف بن عبداللہ روایت کرتے ہیں: میں اور حضرت عمران بن حصین نے
رت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی جب سر اُٹھایا تو تکبیر کہی اور جب
کعتوں سے اُٹھے تو تکبیر کہی۔ جب نماز مکمل ہوگئی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: انہوں نے
محمد مصطفیٰ ﷺ کی نماز یاد کردی ہے۔ (یا فرمایا:) انہوں نے مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ کی نماز جیسی نماز پڑھائی ہے۔''
صحیح بخاری: ۱/۱۲۷ ح ۷۸۳ وصحیح مسلم: ۱/۲۹۵ ح ۳۹۳ ...)

مرہ: یہ روایت ہمارے نسخہ میں (صحیح بخاری: ۷۸۶ وصحیح مسلم، ترقیم دارالسلام: ۸۷۳) موجود ہے، اس روایت
بھی رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ سجدوں اور دو رکعتوں سے قیام پر تکبیرات کا مسئلہ ہے لہذا اس
یت کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا مردود ہے ورنہ پھر اس طرزِ استدلال کی وجہ سے تکبیر تحریمہ والا رفع یدین بھی
وک یا منسوخ ہو جائے گا!

ئدہ: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز (پڑھنے) کے لئے کھڑے ہوتے وقت،
ع کو جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین
اری: ۱ وسندہ حسن، واللفظ لہ، سنن الترمذی: ۳۴۲۳ وقال: ''حسن صحیح'' صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۴، وصحیح ابن حبان بحوالہ
ۃ القاری للعینی ۵/۲۷۲)

حدیث کے راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی حدیث حسن ہوتی ہے، دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۸/۱۶۸، ۱۷۰)
ثین کرام کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین ثابت نہیں ہے، دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری (۱۱ بتحقیقی)
نن الکبریٰ للبیہقی (۲/۸۰، ۸۱) مسائل احمد (۱/۲۴۳)

ی دلیل (۲۵۱/۴): ''حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ
ول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے پھر
معَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے جب کہ رکوع سے اپنی پشت مبارک کو سیدھا کرتے پھر سیدھے کھڑے ہو کر رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ

تے۔ پھر جھکتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سر اُٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے پھر سجدے سے سر اُٹھاتے
ت تکبیر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ پوری ہو جاتی اور جب دو رکعتوں کے آخر میں بیٹھنے
ے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔'' (صحیح بخاری: ۱/۱۰۹ح ۷۵۶ و صحیح مسلم: ۱/۱۶۹ح ۳۹۲)
صرہ: یہ روایت ہمارے نسخہ میں، صحیح بخاری (۷۸۹) و صحیح مسلم (دارالسلام: ۸۶۸) میں موجود ہے۔ اس روایت
ں بھی ترک رفع یدین کا کوئی مسئلہ مذکور نہیں ہے بلکہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ کے ساتھ
تھ تکبیروں کا بیان ہے لہٰذا اس حدیث کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔ محدثین کرام میں سے کسی قابلِ
ماد محدث نے ایسی روایات کو رفع یدین کے خلاف پیش نہیں کیا۔ حدیث نمبر۲ کے تبصرہ میں راقم الحروف نے ثابت کر
ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔ لہٰذا راوی کے عمل کے بعد اس روایت سے
ِ رفع یدین کا مسئلہ کشید کرنا راویِ حدیث کی صریح مخالفت کے مترادف ہے۔
نچویں دلیل (۲۵۲/۵): ''ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر نماز میں تکبیر کہتے خواہ
رض ہوتی یا دوسری، ماہِ رمضان میں ہوتی یا اس کے علاوہ جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے تو
یر کہتے۔ پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے۔ پھر سجدے کرنے سے پہلے رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر جب
رے کے لئے جھکتے تو اللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اُٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب (دوسرا) سجدہ کرتے
کبیر کہتے، پھر جب سجدے سے سر اُٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دوسری رکعت کے قعدہ سے اُٹھتے تو تکبیر کہتے، اور
رکعت میں ایسا ہی کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ پھر فارغ ہونے پر فرماتے: قسم اس ذات کی جس
ے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم سب میں سے میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتی
ے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تادمِ وصال اسی طریقہ پر نماز ادا کی۔'' (صحیح بخاری: ۱/۱۱۰ح ۷۷۰....)
صرہ: یہ روایت ہمارے نسخۂ صحیح بخاری میں نمبر ۸۰۳ پر موجود ہے۔
ں حدیث میں بھی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور تکبیرات کا ذکر ہے لیکن رفع یدین نہ کرنے کا
ئی ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی حدیث کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔
یث نمبر۲ کے تبصرہ میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے
لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز وہی ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔ اس
یقۂ استدلال سے خود بخود ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز رفع یدین والی تھی، آپ سے ترکِ رفع یدین
ند صحیح یا حسن قطعاً ثابت نہیں ہے۔
ٹی دلیل (۲۵۳/۶): ''حضرت ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں
ے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں؟ اور یہ نماز کے معینہ اوقات کے علاوہ کی بات ہے۔ سو انہوں
ے قیام کیا، پھر رکوع کیا تو تکبیر کہی پھر سر اُٹھایا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا، پھر تھوڑی دیر سر اُٹھائے رکھا پھر

رہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر سر اُٹھائے رکھا۔ انہوں نے ہمارے ان بزرگ حضرت عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب کا
ن ہے وہ ایک ایسا کام کرتے جو میں نے کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ دوسری اور چوتھی رکعت میں بیٹھا کرتے
ے۔ فرمایا: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کے پاس ٹھہرے رہے۔ آپ ﷺ نے
مایا: جب تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم
ں سے ایک اذان کہے اور جو بڑا ہو وہ تمہاری امامت کرے۔'' (صحیح بخاری: ۱/۲۸۲ ح ۷۸۵)

صرہ: یہ روایت ہمارے نسخہ صحیح بخاری میں نمبر ۸۱۸، ۸۱۹ پر موجود ہے۔

ں حدیث میں بھی رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ جبکہ طاہر القادری صاحب کے استدلال کے سراسر
س ابو قلابہ (تابعی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (سیدنا) مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو شروع نماز، رکوع
ے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔
(صحیح البخاری: ۷۳۷ و صحیح مسلم: ۳۹۱ و ترقیم دار السلام: ۸۶۴ واللفظ لہ)

پ نے دیکھ لیا کہ اس متفق علیہ حدیث سے دو مسئلے ثابت ہیں۔

رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ابو قلابہ تابعی کے سامنے سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور
ع کے بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔

ا جو لوگ ترکِ رفع یدین یا منسوخیتِ رفع یدین کے دعویدار ہیں، اُن کا دعویٰ باطل ہے۔

رئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ طاہر القادری صاحب نے نمبر بڑھانے کے لئے چھ غیر متعلقہ، عدمِ ذکر والی
یات پیش کی ہیں جن کا ترکِ رفع یدین کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ب ان کی پیش کردہ دوسری روایات پر تبصرہ پیشِ خدمت ہے۔

تویں دلیل (۷/۲۵۴): ''حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں
ل اکرم ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ کے سوا اپنے ہاتھ نہ
ائے۔'' امام نسائی کی بیان کردہ روایت میں ہے: '' پھر انہوں نے ہاتھ نہ اُٹھائے۔'' (ابو داود: ۱/۲۸۶ ح ۷۴۸،
ذی: ۱/۲۹۷ ح ۲۵۷، نسائی: ۲/۱۳۱ ح ۱۰۲۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/۲۲۱، ۳۵۱ ح ۶۴۵، ۱۰۹۹، مسند احمد:
۳۸۸، ۴۴۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۱۳ ح ۲۴۴۱)

صرہ: ان تمام کتابوں میں یہ روایت ''سفيان الثوري عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الأسود
ں علقمة'' کی سند سے مروی ہے۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ مشہور مدلس ہیں۔

ن الترکمانی (حنفی) نے کہا: '' الثوري مدلس'' یعنی ثوری مدلس ہیں۔ (الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۶۲)

حنفی نے کہا: سفیان مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی الا یہ کہ اس کے سماع

تصریح دوسری سند سے ثابت ہو جائے (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۲ تحت ح ۲۱۴) یہی بات قسطلانی نے بھی لکھی ہے
(ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۸۶)

عباس رضوی بریلوی لکھتے ہیں کہ: ''یعنی سفیان مدلس ہے اور یہ روایت انہوں نے عاصم بن کلیب سے عن کے ساتھ
ہے اور اصولِ محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے جیسا کہ آگے انشاء اللہ بیان ہوگا۔''

(مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹ مطبوعہ: مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور)

رضا خان بریلوی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''اور عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند
ہے'' (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۴۵ طبعہ محققہ)

رضا خان صاحب مزید فرماتے ہیں کہ: ''اور عنعنہ مدلس اصول محدثین پر نامقبول ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۶۶)

حوالوں سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی پیش کردہ یہ روایت غیر مقبول، نامقبول اور مردود ہے۔

ٹھویں دلیل (۲۵۵/۸): ''حسن بن علی، معاویہ، خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ سفیان
اپنی سند کے ساتھ ہم سے حدیث بیان کی (کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) پہلی دفعہ ہی ہاتھ اُٹھائے، اور
ں نے کہا: ایک ہی مرتبہ ہاتھ اُٹھائے۔'' (ابوداود: ۱/۲۸۶ ح ۷۴۹)

صرہ: یہ روایت بھی سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، دیکھئے حدیث نمبر ۲۵۴/۷ کا تبصرہ۔ یاد رہے کہ
حذیفہ وغیرہ صحابی نہیں بلکہ راویانِ حدیث تھے۔

یں دلیل (۲۵۶/۹): ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ جب نماز شروع
رتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے، اور پھر ایسا نہ کرتے۔''

بو داود: ۱/۲۸۷ ح ۷۵۰ ومصنف عبدالرزاق: ۲/۷۰ ح ۲۵۳۰ ومصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۱۳ ح ۲۴۴۰ وسنن
ارقطنی: ۱/۲۹۳ وشرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۲۵۳ ح ۱۱۳۱)

صرہ: اس روایت کا بنیادی راوی یزید بن ابی زیاد الکوفی ہے۔ اس کے بارے میں محدث دارقطنی نے فرمایا:
ضعیف یخطئ کثیراً ''وہ ضعیف تھا اور بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا (سوالات البرقانی للدارقطنی: ۵۶۱) بیہقی
ے فرمایا: ''**غیر قوي**'' وہ قوی نہیں تھا (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۲۶)

ظ ابن حجر نے فرمایا: ''**والجمهور علی تضعيف حديثه**'' اور جمہور اس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں (ہدی الساری
ص ۴۵۹) بوصیری نے کہا: ''**وضعفه الجمهور**'' اور جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے (زوائد سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۶)

اء الرجال کے مشہور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ ھ) اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:
یہ روایت صحیح السند نہیں ہے'' (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری ج ۳ ص ۲۶۴ رقم: ۱۲۳۹)

ٹر صاحب کو اس قسم کی کمزور اور کچی روایت پیش نہیں کرنی چاہئے تھی۔

ویں دلیل (۱۰/۲۵۷): ''حضرت اسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف تکبیرِ تحریمہ
ے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے، پھر نماز میں کسی اور جگہ ہاتھ نہ اُٹھاتے اور یہ عمل حضور نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا کرتے۔''

(أخرجه الخوارزمي في جامع المسانيد ۱/۳۵۵)

صرہ: طاہر القادری صاحب کی تخریج سے معلوم ہوا کہ اس روایت کو '' **رواه أبو حنيفة** '' امام ابوحنیفہ نے روایت
یا ہے، کہنا غلط ہے۔ اسے خوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ) نے '' **أبو محمد البخاري عن رجاء بن عبدالله**
هشلي عن شقيق بن إبراهيم عن أبي حنيفة ... '' کی سند سے روایت کیا ہے (جامع المسانید ج ۱ ص ۳۵۵)
محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب البخاری الحارثی کے بارے میں ابو احمد الحافظ (حاکم کبیر) نے فرمایا: '' **كان عبدالله بن**
حمد بن يعقوب الأستاد ينسج الحديث '' استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں بناتا تھا۔

(کتاب القرأت للبیہقی ص ۱۷۸ رقم: ۳۸۸ دوسرا نسخہ ص ۱۵۴، ۱۵۵ وسندہ صحیح)

شخص کی توثیق کسی نے نہیں کی۔ اس پر شدید جرحوں کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۴۹۶) ولسان
زان (۳/۳۴۸، ۳۴۹) والکشف الحثیث عمن رمي بوضع الحدیث (ص ۲۴۸)
ظ ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا ہے (۱۷۶ رقم: ۲۲۹۷)
اء بن عبداللہ النہشلی کے حالات اور شخصیت نامعلوم ہے۔

ت ہوا کہ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت ہی نہیں ہے لہذا اسے '' **رواه**
حنيفة '' کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔

یارہویں دلیل (۱۱/۲۵۸): ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے حضور نبی اکرم ﷺ اور
بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، یہ سب حضرات صرف نماز کے شروع میں ہی اپنے ہاتھ بلند کرتے تھے۔''

(سنن الدارقطنی ۱/۲۹۵، مسند ابی یعلیٰ ۸/۴۵۳ ح ۵۰۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۹، مجمع الزوائد ۲/۱۰۱)

صرہ: اس روایت کا بنیادی راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ زیلعی حنفی فرماتے ہیں کہ:
و محمد بن جابر: ضعيف '' اور محمد بن جابر ضعیف ہے (نصب الرایہ ج ۱ ص ۶۱)
اوی خود حنفیوں کے نزدیک بھی ضعیف ہے اس کی روایت ڈاکٹر صاحب کیوں پیش کر رہے ہیں؟
روایت امام دارقطنی رحمہ اللہ سنن الدارقطنی میں روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: '' **تفرد به محمد بن جابر**
كان ضعيفاً '' اس کے ساتھ محمد بن جابر منفرد (اکیلا) ہے اور وہ ضعیف تھا (ج ۱ ص ۲۹۵ ح ۱۱۲۰)
د ابی یعلیٰ کے محقق حسین سلیم اسد نے لکھا: '' **إسناده ضعيف** '' اس کی سند ضعیف ہے (۸/۴۵۳) یاد رہے کہ اسی
خے کا حوالہ ڈاکٹر صاحب نے دے رکھا ہے۔
م بیہقی نے یہ روایت ذکر کر کے امام دارقطنی سے نقل کیا کہ محمد بن جابر ضعیف تھا (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۷۹، ۸۰)
م بیہقی بذاتِ خود دوسری جگہ محمد بن جابر الیمامی کو ضعیف لکھتے ہیں (السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۴، ۱۳۵)

حافظ ہیثمی نے یہ حدیث مجمع الزوائد میں ذکر کر کے فرمایا: '' رواہ أبو یعلٰی وفیہ محمد بن جابر الحنفي الیمامي وقد اختلط علیہ حدیثہ و کان یلقن فیتلقن '' اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا اور اس میں محمد بن جابر حنفی (قبیلہ بنوحنیفہ کا ایک فرد) یمامی ہے۔ اس کی حدیث اُس پر گڈ مڈ ہوگئی تھی اور وہ تلقین قبول کر لیتا تھا [یعنی پنجابی زبان کا ''لائی لگ'' تھا] (ج ۲ ص ۱۰۱)

پنجابی کا لفظ ''لائی لگ'' میں نے برادر محترم مولانا محمد حسین ظاہری اوکاڑوی حفظہ اللہ سے سیکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ مقلّد کا صحیح ترجمہ ہے۔

حافظ ہیثمی دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ: '' وفیہ محمد بن جابر السحیمي وھو ضعیف '' اور اس میں محمد بن جابر السحیمی (الیمامی) ضعیف ہے (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۸۸ باب ماجاء فی القود والقصاص ومن لاقود علیہ)

آپ نے دیکھ لیا کہ اس روایت کے راوی کو ذکر کرنے والے محدثین بھی ضعیف ہی کہتے ہیں لیکن پھر بھی ڈاکٹر صاحب اس کمزور روایت اپنے استدلال میں پیش کر رہے ہیں۔

اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: '' ھذا حدیث منکر '' یہ حدیث منکر ہے۔
(المسائل، روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۲ ت ۳۲۷)

بارہویں دلیل (۲۵۹/۱۲): '' عن سالم عن أبیہ قال: رأیت رسول اللہ ﷺ إذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یحاذی بھما ، وقال بعضھم : حذومنکبیہ ، وإذاأراد أن یرکع وبعد ما یرفع رأسہ من الرکوع، لا یرفعھما وقال بعضھم :ولا یرفع بین السجدتین، رواہ أبو عوانۃ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اُٹھایا، اور جب آپ ﷺ رکوع کرنا چاہتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے تو ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے، اور بعض نے کہا دونوں سجدوں کے درمیان (ہاتھ) اُٹھاتے تھے۔'' (ابوعوانہ ۱/۴۲۳ ح ۱۵۷۲)

تبصرہ: یہ روایت مسند ابی عوانہ کے دو قلمی نسخوں میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ''عن سالم عن أبیہ قال :رأیت رسول اللہ ﷺ إذافتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یحاذی بھما وقال بعضھم حذومنکبیہ وإذا أراد أن یرکع وبعد ما یرفع رأسہ من الرکوع ولا یرفعھما وقال بعضھم ولا یرفع بین السجدتین والمعنی واحد''

ان میں ایک قلمی نسخہ ہمارے استاد محترم پیر جھنڈا شیخ الاسلام ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے کتب خانہ سعیدیہ میں موجود ہے اور دوسرا نسخہ (عکس) مدینہ یونیورسٹی میں موجود ہے، دیکھئے میری کتاب ''نور العینین فی اثبات رفع الیدین'' (طبع سوم ص ۲۶۳، ۶۹) اور انوار خورشید دیوبندی کی کتاب ''حدیث اور اہلِ حدیث'' (طبع خامس عشر، جون ۲۰۰۳ھ ص ۹۱۲)

طاہر القادری صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ غلط کیا ہے جبکہ صحیح ترجمہ درج ذیل ہے:

سالم اپنے ابا (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے
ع یدین کرتے حتی کہ دونوں (ہاتھ) برابر ہو جاتے اور بعض نے کہا: آپ کے کندھوں کے برابر ہو جاتے اور جب
ع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد (رفع یدین کرتے تھے) اور دونوں (ہاتھ) نہیں اُٹھاتے تھے اور
ں نے کہا: اور سجدوں کے درمیان نہیں اُٹھاتے تھے اور معنی ایک ہے۔''
لوم ہوا کہ ''**لا یرفعھما**'' کا تعلق ''**بین السجدتین**'' سے ہے ''**من الرکوع**'' سے نہیں ہے۔ ''**والمعنی واحد**''
الفاظ بھی صاف صاف اسی کی تائید کر رہے ہیں۔ مگر صد افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے دیو بندیوں کے نقشِ قدم
چلتے ہوئے اس روایت کو رفع یدین کے خلاف پیش کر دیا ہے حالانکہ یہ حدیث رفع یدین کے اثبات کے ساتھ
سالم عن أبیه'' کی سند سے صحیح بخاری (۷۳۶) وصحیح مسلم (ح ۳۹۰ ترقیم دارالسلام: ۸۶۱) میں موجود ہے۔
رث ابو عوانہ الاسفرائنی والی روایت میں ان کے تین استادوں کے نام مذکور ہیں۔
اللہ بن ایوب المخرمی، سعدان بن نصر اور شعیب بن عمرو (دیکھئے ج ۲ ص ۹۰)
دان بن نصر کی روایت السنن الکبریٰ للبیہقی میں ''**ولا یرفع بین السجدتین**'' اور آپ سجدوں کے درمیان
ع یدین نہیں کرتے تھے (۲/۶۹) کے الفاظ سے موجود ہے۔ جبکہ ''**سالم عن أبیه**'' والی یہی روایت صحیح مسلم میں
ولا یرفعھما بین السجدتین'' اور آپ دونوں ہاتھ سجدوں کے درمیان نہیں اُٹھاتے تھے (ح ۳۹۰ وترقیم
ارالسلام: ۸۶۱) کے الفاظ سے موجود ہے۔ ابو عوانہ رحمہ اللہ نے راویوں کے درمیان الفاظ کے اس اختلاف
ولا یرفعھما'' اور ''**ولا یرفع**'' کو جمع کر کے ''**والمعنی واحد**'' کہہ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ رفع یدین نہ
رنے کا تعلق سجدوں کے درمیان سے ہے، رکوع کے بعد سے نہیں ہے۔
لوم ہوا کہ ''**ولا یرفعھما**'' کو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین سے ملا دینا غلط ہے۔ تفصیلی بحث کے لئے
ری کتاب ''نور العینین'' دیکھیں (ص ۶۸ تا ۷۱)

ٹھویں دلیل (۲۶۰/۱۳): ''حضرت اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نماز ادا
رتے دیکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ اُٹھاتے، پھر (بقیہ نماز میں ہاتھ) نہیں اُٹھاتے تھے۔''
رح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۲۹۴ ح ۱۳۲۹)

صرہ: ڈاکٹر صاحب کے پاس مرفوع حدیثیں ختم ہو گئیں۔ اب انہوں نے آثار پیش کرنے شروع کر دیئے ہیں۔
ٹر صاحب کے اس پیش کردہ اثر کے ایک راوی ابراہیم بن یزید النخعی رحمہ اللہ ہیں جو کہ مدلس تھے۔
یکھئے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۸، أسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی: ۱، کتاب المدلسین لابی زرعۃ ابن العراقی:
التبیین لأسماء المدلسین لسبط ابن العجمی: ۲)
وایت عن سے ہے لہٰذا ضعیف ہے۔ دیکھئے ساتویں دلیل (۷/۲۵۴) پر تبصرہ۔
ں کے برعکس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔ دیکھئے شرح

ن الترمذی لابن سید الناس (قلمی ج۲ص ۲۱۷) ونور العینین (ص ۱۸۸) اس کی سند حسن ہے۔
نا عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے (دیکھئے صحیح
ری: ۷۳۹) بلکہ آپ جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریوں سے
تے تھے (جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: ۱۵ وسندہ صحیح)
را یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
ں کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام سے بھی رفع یدین ثابت ہے:
مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۷۳۷ وصحیح مسلم: ۸۶۴/۳۹۱)
ـ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ (مسائل الامام احمد، روایۃ صالح بن احمد بن حنبل، قلمی ص ۷۴ اوسندہ صحیح)
ـ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۳/۲ وسندہ صحیح)
ـ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۳/۲ وسندہ صحیح)
ـ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے ۳۴۹/۲ کا تبصرہ)
ـ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۵/۱)
ـ انس بن مالک رضی اللہ عنہ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۰ وسندہ صحیح)
ـ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ (مسند السراج ص ۹۲، ۹۳ ح ۹۲ وسندہ حسن)
ہور تابعی سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز، رکوع کے وقت اور
ع سے سر اُٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ ص ۷۵ وسندہ صحیح)
رینِ رفع یدین، آثار کے معاملے میں بھی بالکل تہی دامن ہیں۔
دھویں اور آخری دلیل (۲۶۱/۱۴): ''عاصم بن کلیب اپنے والد کلیب سے روایت کرتے ہیں: حضرت علی
رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ میں ہی ہاتھوں کو اُٹھاتے تھے پھر دورانِ نماز نہیں اُٹھاتے تھے۔'' (ابن ابی شیبہ ۲۱۳/۱ ح ۲۴۴۴)
صرہ: یہ بھی مرفوع حدیث نہیں بلکہ ایک غیر ثابت شدہ اثر ہے اور ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب میں آخری دلیل ہے۔
(دیکھئے المنہاج السوی من الحدیث النبوی ص ۲۲۹)
ں اثر کو کسی قابلِ اعتماد محدث نے صحیح نہیں کہا جب کہ امام احمد نے اس پر جرح کی ہے (دیکھئے المسائل، روایۃ عبداللہ
ن احمد ۲۴۳/۱ ت ۳۲۹)
م بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''فلم یثبت عند أحد منهم علم فی ترک رفع الأیدي عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم
و عن أحد من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم أنه لم یرفع یدیه'' ان (علماء) میں سے کسی ایک کے پاس بھی
کِ رفع یدین کا علم نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (ثابت) ہے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے کہ اس نے رفع یدین نہیں کیا۔
(جزء رفع الیدین: ۴۰)

معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ:
فأثر علي رضی اللہ عنہ ضعیف لا یصح عنہ وممن ضعفہ البخاري ''پس علی رضی اللہ عنہ (سے منسوب) والا اثر ضعیف ہے۔ آپ سے صحیح ثابت نہیں ہے، اسے ضعیف کہنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں (البدر المنیر ج ۳ ص ۴۹۹)
اس کے برعکس سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔ دیکھئے دوسری دلیل (۲۵۰/۳) کا تبصرہ، اس روایت کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ (علل الخلال بحوالہ البدر المنیر ۴۶۶/۳)
آپ نے دیکھ لیا کہ رفع یدین کے خلاف طاہر القادری صاحب نے تین قسم کی روایات پیش کی ہیں:
۱۔ غیر متعلق روایات ۲۔ ضعیف روایات ۳۔ ضعیف آثار
جبکہ صحیح احادیث و آثار سے رفع یدین (قبل الرکوع وبعدہ) کا کرنا ہی ثابت ہے۔ غالباً اسی وجہ سے شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں کہ: '' **والذي یرفع أحب إلي ممن لا یرفع** '' إلخ اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے وہ مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب ہے جو رفع یدین نہیں کرتا (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰، اذکار الصلوٰۃ وہیآتھا المندوب إلیھا)
یہ قول بطورِ الزام پیش کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر وہ مزید تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو جزء رفع الیدین للبخاری، نور العینین فی اثبات رفع الیدین اور البدر المنیر لابن الملقن کی طرف رجوع کریں۔
وما علینا إلا البلاغ (۸ محرم ۱۴۲۷ھ)

اعلان

حافظ زبیر علی زئی

میری زمانۂ طالب علمی کی لکھی ہوئی کتاب '' نور العینین فی اثبات رفع الیدین ''میں غلطی سے درج ذیل عبارت چھپ گئی ہے۔
'' امام حاکم امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھیوں کے بارے میں فرماتے ہیں:
یظھرون شعار أھل الحدیث من افراد الإقامۃ ورفع الأیدي فی الصلوات وغیر ذلک۔ یعنی امام بخاری کے ساتھی اہلِ حدیث کے شعار: اکہری اقامت اور رفع الیدین وغیرہ کا علی الاعلان اظہار فرماتے تھے۔''
(طبع قدیم ص ۳۴ وطبع جدید ص ۴۹)
صحیح عبارت یہ ہے کہ: '' امام حاکم خلف بن محمد سے اور وہ سہل بن شاذویہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھیوں کے بارے میں فرماتے ہیں.....'' إلخ
راقم الحروف اس سہو اور غلطی پر معذرت خواہ ہے۔
تنبیہ بلیغ: خلف بن محمد الخیام سخت ضعیف راوی ہے۔ (میزان الاعتدال ۶۶۲/۱)
اور سہل بن شاذویہ صاحب غرائب ہے۔ (القند فی ذکر علماء سمرقند ص ۹۹)
لہذا یہ روایت مردود و باطل ہے۔ '' نور العینین '' کا نسخہ جس شخص کے پاس ہو وہ یہ روایت کاٹ دے۔
''نور العینین ''، مکمل مراجعت کے بعد ہی دوبارہ شائع کی جائے گی۔ إن شاء اللہ، وما علینا إلا البلاغ (۱۵ محرم ۱۴۲۷ھ)

م ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ
حافظ ندیم ظہیر

فضائل اعمال

م اللیل کی فضیلت: (۷۱) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف ئے تو لوگ آپ کی طرف گئے اور کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ آئے (ہیں) میں بھی لوگوں میں (رسول اللہ ﷺ کو) ھنے گیا، پس جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے (مبارک) کو اچھی طرح دیکھ لیا تو میں پہچان گیا کہ یہ چہرہ وٹ بولنے والا نہیں ہے۔ (اس دوران) سب سے پہلے آپ نے جو بیان کیا تو فرمایا: اے لوگو! سلام کو عام کرو، ایک سرے کو کھانا کھلاؤ، رشتوں کو جوڑو اور اس وقت اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ ت میں داخل کر دیئے جاؤ گے (سنن ترمذی: ۲۴۸۵، ابن ماجہ: ۱۳۳۴)

ئد: سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ علمائے یہود میں سے بڑے معتبر عالم تھے۔ حق کی شناخت اور باطل کی شناعت سے بی آگاہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ میں نبی ﷺ کی تشریف آوری پر ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اصحاب ول ﷺ میں سے جلیل القدر صحابی تھے۔ ۴۳ ہجری میں وفات پائی إنا للّٰہ وإنا إلیه راجعون ۔ اس حدیث میں ں سلام کو پھیلانے، ایک دوسرے کو کھانا کھلانے اور رشتوں کو توڑنے کے بجائے جوڑنے کی اہمیت معلوم ہوئی وہاں ب کے لحاظ سے قیام اللیل، نمازِ تہجد کی فضیلت بھی مزید واضح ہوئی اور پتا چلا کہ مذکورہ اُمور سرانجام دینے سے جنت کا ستہ آسان ہو جاتا ہے بلکہ یہ جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے۔

۷) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینے م کے ہیں، اور فرض نماز کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۳)

ئد: ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں اور ان کا تارک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ ان فرض روزوں کے علاوہ مختلف نوں کے مختلف دنوں کے روزوں کی فضیلت بھی احادیث میں وارد ہے جیسے شعبان کے روزے، ذوالحجہ کے روزے، عرفہ اور شوال کے چھ روزے وغیرہ جن کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ ان شاء اللہ لیکن مذکورہ حدیث سے معلوم تا ہے کہ رمضان کے بعد جس مہینے میں کثرت سے روزے رکھنے چاہئیں وہ ماہ محرم ہے اور یہ عمل افضیلت کا حامل ہے۔

رب اور عشاء کے درمیانی (وقت میں) نماز پڑھنے کی فضیلت

۷) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس آیت ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں جو رزق ہم نے انھیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں (السجدۃ: ۱۶) سے مراد وہ لوگ لیتے ہیں جو مغرب اور عشاء کے یان نماز پڑھتے تھے اور حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز تہجد ہے (سنن ابی داود: ۱۳۲۱)

ئد: اس روایت کی سند میں قتادہ اور سعید بن ابی عروبہ ہیں۔ یہ دونوں مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔ لہٰذا مذکورہ

یت کی سند ضعیف ہے۔لیکن رسول اللہ ﷺ سے مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیانی وقت میں نماز پڑھنا ثابت
ے۔سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''أنه صلی مع النبي ﷺ المغرب ثم صلی حتی صلی العشاء ''
انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر (درمیانی وقت میں بھی) نماز پڑھی یہاں تک کہ نمازِ عشاء ادا
ی۔(صحیح ابن خزیمہ:۱۱۹۴ وصححہ الحاکم علی شرط الشیخین ۳۱۲/۱، ۳۱۳ ح ۱۱۷۷ ووافقہ الذہبی)
ح رہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں نماز پڑھنا نبی ﷺ سے ثابت ہے لیکن نہ اس نماز کا نام ثابت ہے
نہ رکعات کی تعداد ہی متعین ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے مذکورہ نماز کو ''اوابین'' کا نام دے رکھا ہے۔اوابین کی وضاحت کے
ے دیکھئے ماہنامہ ''الحدیث'' شمارہ۱۶ ص۹
سے ہی تعداد بھی متعین کر رکھی ہے اور ان کی دلیل سنن ترمذی کی حدیث ''من صلی بعدالمغرب ست رکعات ''
'' من صلی بعد المغرب عشرین رکعة '' ہے (ترمذی:۴۳۵) حالانکہ اس کی سند سخت ضعیف ہے، اس میں
بن ابی خثعم سخت ضعیف و منکر الحدیث ہے۔لہذا یہ روایت قابل عمل و حجت نہیں ہے۔

ز میں لمبے قیام کی فضیلت

۱۷) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کونسی نماز افضل ہے؟ آپ
ے فرمایا: لمبے قنوت والی (نماز) [صحیح مسلم:۷۵۶]
ئد: لمبے قنوت والی نماز سے مراد طویل ولمبا قیام ہے جیسا کہ متصل بعد والی حدیث سے واضح ہے مزید دیکھئے: فوائد
یث:۶۰ ماہنامہ ''الحدیث'' ۱۸ ص ۵
۷) سیدنا عبداللہ بن حُبشِی الخثعَمِی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسے اعمال افضل
ں؟ آپ نے فرمایا: لمبا قیام (سنن ابی داود:۱۳۲۵ واسنادہ حسن)
ئد: پہلی حدیث میں افضل نماز کے بارے میں سوال ہوا ہے جب کہ دوسری میں اعمال کے متعلق بعض نے کہا ہے
دوسری روایت میں اعمال تصحیف ہے اصل میں ''الصلاۃ'' ہے۔بہر حال دونوں صورتوں میں سے جو بھی ہو مفہوم
ح ہے کہ لمبے قیام کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کے تحت لکھتے ہیں
ہ بعض علمانے کہا ہے کہ ''رات کی نماز میں لمبا قیام ہو اور دن کی نماز میں کثرتِ سجود ہوں''

ت کے آخری حصے میں نماز وتر پڑھنے کی فضیلت

۷) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے خطرہ ہو کہ وہ رات کے آخری
بیدار نہیں ہو سکتا اُسے چاہیئے کہ وہ اول حصے میں وتر پڑھ لے اور جسے امید ہو کہ وہ آخری حصے میں بیدار ہو گا تو اسے
ہیئے کہ وہ آخر میں ہی وتر پڑھے کیونکہ آخری پہر میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل (عمل) ہے (صحیح مسلم:۷۵۵)
ئد: اس حدیث کی وضاحت کے لئے دیکھئے فوائد حدیث:۵۴ ماہنامہ ''الحدیث'' ۱۶ ص ۹

حافظ شیر محمد

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے محبت

سیدنا سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف الزہری القرشی المکی ابو اسحاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
ماأسلم أحد إلا في اليوم الذي أسلمت فيه، ولقد مكثت سبعة أيام وإني لثلث الإسلام ''جس
ن میں مسلمان ہوا اس سے پہلے (آزاد مردوں میں آلِ بیت اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا) کوئی بھی مسلمان نہیں ہوا۔
سات دن اس حالت میں گزرے کہ میں تیسرا مسلمان تھا (صحیح بخاری: ۳۷۲۷)
پ ہی کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے غزوۂ اُحد کے دن فرمایا تھا: ''ارم فداك أبي و أمي '' تیر پھینکو، میرے
ں باپ تم پر قربان ہوں (صحیح بخاری: ۴۰۵۵ وصحیح مسلم: ۲۴۱۲/۱۲ وترقیم دارالسلام: ۶۲۳۷)
ک رات کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ليت رجلاً صالحاً من أصحابي يحرسني الليلة '' کاش میرے
بہ میں سے ایک نیک آدمی میرا پہرا دے۔ پھر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلحے کی جھنکار کے ساتھ تشریف لائے اور
پ کا پہرا دیا۔ آپ بے غم ہو کر سو گئے۔ (صحیح بخاری: ۷۲۳۱ وصحیح مسلم: ۲۴۱۰ ودارالسلام: ۶۲۳۰)
دیث اس دور کی ہے جس وقت آیت مبارکہ ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا
مائدۃ: ۶۷) نازل نہیں ہوئی تھی۔ دیکھئے سنن الترمذی (۳۰۴۶ وإسنادہ حسن وصححہ الحاکم ۲/۳۱۳ ووافقہ الذہبی) وصحیح
ن حبان (موارد الظمآن: ۱۷۳۹ وسندہ حسن، مؤمل بن اسماعیل حسن الحدیث)
میں آپ ﷺ کے لئے پہرے دار کی کوئی ضرورت نہ رہی۔
نا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''عربوں میں، اللہ کے راستے میں سب سے پہلا تیر چلانے والا میں
ں'' (صحیح بخاری: ۳۷۲۸)
پ کے بارے میں قرآن کی بعض آیات مبارکہ نازل ہوئیں (دیکھئے صحیح مسلم: ۱۷۴۸ ودارالسلام: ۶۲۳۸)
کریم ﷺ نے فرمایا: ''وسعد بن أبي وقاص في الجنة'' اور سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں۔
نن الترمذی: ۳۷۴۷ وإسنادہ صحیح، الحدیث: ۱۹ ص ۵۶)
نا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ان چھ صحابہ میں شمار کیا جو اُن کے خیال میں خلافت کے مستحق تھے (دیکھئے صحیح البخاری: ۳۷۰۰،
یث: ۲۱ ص ۴۷)
وۂ اُحد کے موقع پر سعد رضی اللہ عنہ نے سیدنا رسول اللہ ﷺ کے دائیں اور بائیں سفید کپڑوں میں جبریل اور میکائیل
علیہما السلام، دو فرشتوں) کو دیکھا (صحیح مسلم: ۲۳۰۶ ودارالسلام: ۶۰۰۴)
فظ ذہبی فرماتے ہیں کہ: '' أحد العشرة، وأحد السابقين الأولين، وأحد من شهد بدراً والحديبية و

دالستة أهل الشورىٰ '' آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک اور سابق اولین میں سے تھے۔ آپ بدر اور حدیبیہ میں
ل تھے اور مجلس شوریٰ کے چھ ارکان میں سے ایک تھے (سیر اعلام النبلاء ۱/۹۳)

پ فاتح ایران ہیں۔ قادسیہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہوا اور اللہ تعالیٰ نے کِسریٰ کو نیست و نابود کر دیا۔ دیکھئے
ر اعلام النبلاء (۱/۱۱۵)

رنا سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے بارے میں جھوٹ بولا تو آپ نے اسے بددعا
ی۔ یہ بددعا اس شخص کو لگ گئی اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر مرا (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۵۵ و صحیح مسلم: ۴۵۳)

ک دفعہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں خطبہ دیا پھر پوچھا: اے کوفے والو! میں تمہارا کیسا امیر ہوں؟ تو ایک آدمی نے
ب دیا: ''اللہ جانتا ہے کہ آپ میرے علم کے مطابق رعیت سے انصاف نہیں کرتے، مال صحیح تقسیم نہیں کرتے اور نہ
د میں شریک ہوتے ہیں۔'' سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اسے اندھا کر دے، اسے فقیر کر دے
اس کی عمر لمبی کر، اسے فتنوں کا شکار کر دے۔ (مصعب بن سعد نے) کہا، پھر وہ آدمی اندھا ہو گیا، وہ دیواریں پکڑ کر
تا تھا، وہ اتنا فقیر ہوا کہ پیسے مانگتا تھا اور وہ مختار (ثقفی کذاب) کے فتنے میں مبتلا ہو کر مارا گیا۔ (تاریخ دمشق ج ۲۲
ص ۲۳۳، ۲۳۴ وسندہ صحیح، وسیر اعلام النبلاء ۱/۱۱۳، ۱۱۴ والاصلاح منہ فی الأصل: ''للعین، والصواب، للفتن'' وفی
صل: ''الحوادث'' والصواب: الجدرات)

ک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: '' اللهم ادخل من هذا الباب عبداً يحبك وتحبه '' اے اللہ! اس
وازے سے اس شخص کو داخل کر جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور تو اس سے محبت کرتا ہے۔ تو اس دروازے سے سعد (رضی اللہ عنہ)
ل ہوئے۔

مستدرک للحاکم ۳/۴۹۹ ح ۶۱۱۷ وسندہ حسن، تاریخ دمشق ۲۲/۲۲۳، ۲۲۴، وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

یہ: مستدرک میں ''عبدۃ بن وائل'' چھپ گیا ہے جبکہ صحیح ''عبیدۃ بنت وائل'' ہے والحمدللہ

رنا سعد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات ناپسند کرتے تھے اور فتنوں سے اپنے آپ کو بہت دور رکھتے تھے۔ آپ
ک جمل اور جنگ صفین میں بالکل غیر جانبدار ہو کر دور بیٹھے رہے۔

پ (ایک دن) اپنے اونٹوں کے درمیان موجود تھے، آپ نے دیکھا کہ آپ کا بیٹا عمر آ رہا ہے (عمر بن سعد اس لشکر
ں تھا جنہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، یہ سخت فتنہ پرور اور مبغوض شخص تھا)

پ نے فرمایا: اے اللہ! میں اس آنے والے (عمر بن سعد) کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

بن سعد نے آ کر کہا: آپ یہاں اونٹوں بکریوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگ حکومت کے لئے لڑ رہے ہیں؟

رنا سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر مکا مارا اور فرمایا: خاموش ہو جا (صحیح مسلم: ۲۹۶۵، دارالسلام: ۷۴۳۲) نیز دیکھئے
ر اعلام النبلاء (۱/۱۲۲)

لوم ہوا کہ مسلمانوں کے درمیان باہمی اختلاف کی صورت میں تمام فرقوں اور جماعتوں سے علیحدہ ہو کر کتاب وسنت

ل کرنا چاہئے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کس گروہ کے ساتھ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: '' ما أنا مع واحدة منهما '' میں کسی ایک کے ساتھ بھی نہیں ہوں (المستدرک ۳/۵۰۱، ۵۰۲ ح ۶۱۲۶ وسندہ حسن، حسین بن خارجۃ ہ ابن حبان ۴/۱۵۵ وذکرہ عبدان فی الصحابۃ فحدیثہ لا ینزل عن درجۃ الحسن)

نا سعد رضی اللہ عنہ سے ایک رکعت وتر کا پڑھنا ثابت ہے (دیکھئے صحیح البخاری: ۶۳۵۶ ومعرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۲/۳۱۴ ۱۳۹ وقال النیموی فی آثار السنن: [۶۰۶]: '' وإسناده صحیح '')

نا سعد رضی اللہ عنہ جب مکہ میں بیمار ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: ہوسکتا ہے کہ اللہ تجھے باقی رکھے، کچھ لوگوں سلمانوں) کو تجھ سے فائدہ ہوگا اور کچھ لوگوں (کافروں) کو تجھ سے نقصان ہوگا (صحیح بخاری: ۱۲۹۵ وصحیح مسلم: ۱۶۲۸)

ہور قول کے مطابق آپ ۵۵ ہجری میں عقیق کے مقام پر فوت ہوئے (تقریب التہذیب: ۲۲۵۹)

رضی الله عنه

فضل اکبر کاشمیری

السلسلة الضعيفة کی آخری حدیث

ح ط۔ ثلاث من نعيم الدنيا ۔ و إن كان لا نعيم لها ۔ مركب وطئ، والمرأة الصالحة، المنزل الواسع ، اگرچہ دنیا میں کوئی نعمت نہیں مگر (پھر بھی) دنیا کی نعمتوں میں سے تین چیزیں ہیں۔ نرم آسان سواری، نیک عورت اور کھلا مکان۔

یہ روایت ضعیف ہے۔ اسے حافظ ابن حجر نے المطالب العالیہ (۲/۳۱۸ ح ۱۹۹۱) میں ابوبکر بن ابی شیبہ: '' حدثنا غندر: ثنا شعبة عن زياد بن مخراق قال: سمعت ابن قرة أو قرة: شك أبوبكر ۔ أنه يحدث عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال '' کی سند سے ذکر کیا ہے۔

یں (البانی) نے کہا: یہ سند ضعیف ہے۔ اگر اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے معاویہ بن قرہ سے یاد رکھا ہے تو اس کے راوی ثقہ ہیں کیونکہ انہیں قرہ اور ابن قرہ (کے تعین) میں تردد (اور شک) حاصل ہوا ہے۔ اگر یہ روایت ابن قرہ سے ہے تو مرسل ہے اور اگر قرہ سے ہے تو میں اسے نہیں جانتا۔ (السلسلۃ الضعیفۃ: ج ۱۴ ص ۱۲۷۱ ح ۷۱۶۲)

یہ السلسلۃ الضعیفۃ کی آخری حدیث ہے جس کی تحقیق الشیخ الامام المحدث محمد ناصر الدین الالبانی نے کی ہے اور پھر وت ہوگئے ہیں۔ رحمه الله رحمة واسعة۔ آمین

تنبیہ: زیاد بن مخراق کے استادوں میں معاویہ بن قرہ المزنی کا نام ہے (تہذیب الکمال ج ۶ ص ۴۰۳) لیکن قرہ بن یاس کا نام نہیں اور نہ ان سے زیاد کی ملاقات ثابت ہے لہذا یہ روایت دونوں سندوں سے ضعیف ہی ہے۔

(۱۴ محرم ۱۴۲۷ھ)

مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری (المتوفی ۱۳۵۳ھ) مولانا ارشاد الحق اثری

برصغیر کے کبار محدثین اور مشاہیر علمائے اہلحدیث میں ان کا شمار ہوتا ہے جنہیں حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری، شیخ حسین بن محسن انصاری اور دہلی میں حضرت میاں صاحب جیسے اعیان سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ ایک مدت تک مدرسہ احمدیہ آرہ، مدرسہ دارالقرآن والسنۃ، مدرسہ عربیہ رام پور وغیرہ مدارس میں حدیث اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔ محدث عبدالسلام مبارکپوری، مولانا عبیداللہ الرحمانی، مولانا نذیر احمد رحمانی، مولانا عبدالصمد مبارکپوری، مولانا محمد اسحاق آروی، مولانا تقی الدین ہلالی مغربی، مولانا عبداللہ نجدی، مولانا عبدالرحمٰن نگرنہسوی، مولانا حکیم الٰہی بخش مبارکپوری، مولانا شاہ محمد سریانوی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی جیسے اعیان نے ان سے کسب فیض کیا۔ تعلیم وتدریس کے علاوہ دو درجن کے قریب مختلف موضوعات پر کتابیں اور رسائل تصنیف کئے۔ جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ البتہ حدیث پاک کے سلسلہ میں ان کی نگارشات حسب ذیل ہیں۔

''تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي'' امام ترمذی کی ''الجامع'' کی گو بہت سی شروح لکھی گئی ہیں۔ مگر تا حال ''تحفة الأحوذي'' کے مقام ومرتبہ تک کوئی بھی نہیں پہنچ پائی اور نہ انہیں وہ شہرت دوام حاصل ہوئی۔ جو ''تحفة الأحوذي'' کو حاصل ہے۔ ''تحفة الأحوذي'' کے فوائد اور اس کے مباحث کے تعارف کے لئے بھی ایک مقالہ کی ضرورت ہے۔ یہ عنوان اس تفصیل کا متحمل نہیں۔ یہ عظیم شرح چار ضخیم جلدوں میں ہے جو پہلی بار ۱۳۵۳ھ میں طبع ہوئی اور اس کے متعدد ایڈیشن چھپے، ۱۳۸۵ھ میں مدینہ طیبہ کے ایک مکتبہ نے مصر میں طبع کروا کے دس جلدوں میں شائع کیا۔ آخری ایڈیشن ہمارے دوست حافظ عبدالمنعم صاحب نے فاروقی کتب خانہ ملتان سے شائع کیا۔ اور حاشی میں ''فی الباب'' کی روایات کی تخریج جو محدث مبارک پوری سے رہ گئی تھی۔ ''رشح السحاب'' کے نام سے اضافہ کیا۔ جس کے مؤلف ہیں حضرت مولانا فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ۔

۔ ''شفاء الغلل شرح كتاب العلل'' امام ترمذی کی ''کتاب العلل'' کی یہ شرح ہے جو ''تحفة الأحوذي'' کے ساتھ ہی آخر میں مطبوع ہے۔

۔ ''مقدمة تحفة الأحوذي'' تحفۃ الاحوذی کا یہ مقدمہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب علم حدیث، اس کی فضیلت واہمیت اور حجیت کے علاوہ تدوین حدیث، انواع کتب الحدیث اور کتب احادیث کی شروح کے تعارف پر مشتمل ہے اور دوسرا باب امام ترمذی اور ان کی جامع کا بھرپور تعارف اور کتب احادیث میں اس کی اہمیت، امام ترمذی کی اصطلاحات، شروح ترمذی اور رواۃ ترمذی پر مشتمل ہے۔ جو ۳۴۴ صفحات میں ہے اور تحفۃ الاحوذی کے ساتھ ہر بار طبع ہوتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ عون المعبود کی تصنیف وتالیف میں بھی محدث ڈیانوی کے ساتھ ممد ومعاون رہے۔ ابکار المنن في تنقيد آثار السنن اور تحقیق الکلام جیسی کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں۔ سوانح نگاروں نے آپ کی دو درجن سے زائد کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ (پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدماتِ حدیث ص ۹۳، ۹۴)

لعۃ الحدیث

فضل اکبر کاشمیری

روشنی کی راہ ...... علم

انسان کے لئے سب سے بڑی دولت ایمان ہے۔ایمان اور علم میں ایک زبردست رابطہ ہے۔اسی لئے امام بخاری رحمہ
کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم کو لائے ہیں۔علم کا خزانہ قرآن وحدیث ہے۔قرآن وحدیث کے مقابلے میں جو کچھ ہے
سے جہل کہتے ہیں۔جہل کو تقلید کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔علامہ ابن عبدالبر وغیرہ نے اس پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا
کہ: ''تقلید جہالت کا دوسرا نام ہے اور مقلد جاہل ہوتا ہے۔'' (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۱۷، اعلام الموقعین ۱/۴۵، ایضاً ۲/۱۸۸)

تقلید وجہالت سے گھٹا ٹوپ اندھیرے پھیلتے ہیں جب کہ علم وتحقیق سے روشنی کی کرنیں پھوٹتی ہیں اور بصیرت حاصل
تی ہے۔اندازہ لگائیے کہ پہلی وحی میں نہ شرک وکفر کا بیان تھا نہ حلال وحرام کا اور نہ دیگر احکام وفرائض کا بلکہ پہلی وحی کا آغاز ''
رأ '' سے ہوا ہے۔جس میں علم کی ترغیب ہے۔سورۃ محمد آیت: ۱۹ میں بھی علم کو توحید پر مقدم کیا گیا ہے۔اور امام بخاری نے
ب باندھا ہے: **باب العلم قبل القول والعمل** ۔باب اس بیان میں کہ علم، قول وعمل سے پہلے ہے (بعدح: ۶۷) اور مذکورہ
ت امام بخاری کی دلیل ہے۔کیونکہ علم ہی کے ذریعے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔اللہ فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ
عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط﴾ اللہ سے علما ہی ڈرتے ہیں (فاطر: ۲۸)

حق وباطل کی پہچان، شرک اور توحید میں فرق، سنت اور بدعت میں امتیاز، حلال اور حرام میں تمیز، دین اور بے دینی کی
خت علم ہی کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم ہی کی بدولت ملائکہ پر فضیلت عطا فرمائی تھی۔آپ
ر کیجیے کہ نبی کائنات کا کتنا بڑا عالم ہوتا ہے جس کے پاس وحی کا علم ہوتا ہے لیکن بایں ہمہ آپ ﷺ کو اللہ رب العالمین نے
عا سکھلائی ﴿رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔(طٰہٰ: ۱۱۴) علامہ ابن عبدالبر نے اہل علم کا
اع نقل کیا ہے کہ: ''شریعت کے اصول کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔'' (جامع بیان العلم وفضلہ ۱/۱۰) قرآن وحدیث
جس علم کی فضیلت اور ترغیب وارد ہوئی ہے۔اس سے مراد دنیاوی فنون وغیرہ نہیں بلکہ شرعی علم مراد ہے۔حافظ ابن حجر (المجادلۃ:
کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ: **والمراد بالعلم العلم الشرعی** ....اور علم سے مراد علم شرعی ہے۔(فتح الباری ۱/۱۴۱) ہر چند کہ
نس، ٹیکنالوجی، طبیعیات، کیمیا، علم فلکیات، علم جغرافیہ، فلسفہ، منطق، علم کلام، صرف ونحو اور اسی طرح کے سینکڑوں عصری علوم وفنون
صول جائز ہے۔لیکن ان کو علم شرعی یعنی قرآن وحدیث کے علم کے ساتھ خلط ملط کر کے ان کے لئے وہی فضائل بیان کرنا نادانی
سوا کچھ نہیں۔

سیدنا محمد عربی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**من یرد اللہ به خیراً یفقه فی الدین** '' اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرنا چاہتا
اس کو دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔(بخاری: ۷۱) علم سب سے سنجیدہ قوت ہے بلکہ تمام قوتوں کی روح ہے۔بندوق اور توپ علم
تابع ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو علمائے حق کی محبت سے بھر دے اور ہمارے سینوں کو علمِ نافع سے لبریز کر دے۔اے اللہ
علم نافع کے ساتھ عملِ صالح کرنے کی توفیق عطا فرما! (آمین)